۳۶ھ مین مجلس میلاد النبی سکندرآباد نے علیگڈھ کالج، دارالعلوم دیوبند، اسلامیہ کالج پشاور، مدرسہ عالیہ کلکتہ، سہارنپور، دہلی، اور ریاست حیدرآباد کے تمام مدارس اسلامیہ مین یہ عام اعلان بھیجا تھا کہ وہان کے طلبا، نتائج بعثت پر مضامین لکھکر بھیجین، جسکا مضمون بہترین ثابت ہوگا اسکو ایک طلائی تمغہ انعام دیا جائیگا، مولوی خواجہ ابوزبیر منظور احمد ندوی متعلم جامعہ الٰہیہ کانپور کی تحریر معیار امتحان پر پوری اتری اور وہ طلائی تمغہ انکو دیا گیا، وہ تحریر اب رسالہ کی صورت مین شایع کیگئی ہے، توحید، تکمیل، اخلاق، تمدن، مساوات، مذہبی بے تعصبی، حکومت جمہوری، اور عبادات وغیرہ اس بحث کے اجزا مین جہانتک مباحث کا تعلق ہے یہ مضمون علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الکلام کو پیش نظر رکھکر لکھا گیا ہے اور اچھا لکھا گیا ہے تسلسل و ترتیب مناسب ہے، طرز بیان بھی بہت معقول ہے، لیکن زبان کی نسبت مضمون نگار سے کہنا ہے کہ وہ اس سے عمدہ اور سلجھی ہوئی بنانیکی کوشش کرین،

صفحہ ۶۵، تقطیع چھوٹی، قیمت ۲ر، منیجر مکتبہ الٰہیہ کانپور،

ہاروت ماروت مولوی محب حسین صاحب محب نے اپنا ایک مسدس اس نام سے شایع کیا ہے جسمین مشہور قصہ ہاروت و ماروت کو اخلاقی حیثیت سے نظم کیا ہے، دنیا کی حالت، اہل دنیا کے اخلاق، نفس انسانی کی خباثت وغیرہ کو دکھایا ہے، طرز بیان گو معمولی ہے لیکن جو کچھ بیان کیا گیا ہے، صاف اور واضح ہے، بعض بعض جگہ بندشین بہت سست واقع ہوئی ہین، بلکہ بعض الفاظ بھی غلط استعمال کئے گئے ہین، مثلاً عَرَق (۳) و شَرَف (۶) حالانکہ بفتح را ہونا چاہیئے، اسی طرح فرش بچھا ہوا (۵) بہ تشدید غلط ہے،

صفحہ ۲۴، قیمت ۴ر، احاطہ موسیٰ خان بیگم بازار حیدرآباد دکن،

جلد سوم	ماہ مئی ۱۹۱۹ء مطابق شعبان ۱۳۳۷ھ	عدد یازدہم

مضامین

شذرات

مصائب جنگ کا ہندوستان کے غریب مطابع پر جو اثر پڑا وہ محتاج اعادہ نہین، کاغذ کا قحط، سامان طبع کی نایابی، کام کرنیوالون کی تعداد مین قلت، اور شرح اجرت مین اضافہ، ان سب دشواریون کا بار بار بیان ہو چکا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ انگلستان کا متمول و باثروت پریس انکی زد سے کس حد تک محفوظ رہا؟ اسکا جواب اعداد ذیل دینگے:-

سال	تعداد مطبوعات	سال	تعداد مطبوعات
سنہ ۱۹۱۳ء (سال قبل جنگ)	۱۲۳۷۹	سنہ ۱۹۱۴ء (سال آغاز جنگ)	۱۱۵۳۷
سنہ ۱۹۱۵ء	۱۰۶۶۵	سنہ ۱۹۱۶ء	۹۱۴۹
سنہ ۱۹۱۷ء	۸۱۳۱	سنہ ۱۹۱۸ء	۷۷۱۷

جب انگلستان کا پریس با این تمول و ثروت اسقدر متاثر ہوا تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کے نادار و قلیل البضاعت اہل مطابع کو جسقدر بھی دشواریان پیش آئی ہون بجا ہین،

پروفیسر لارکن، ڈائرکٹر رصدگاہ کالیفورنیا نے حال مین ایک امریکن پرچہ مین ایک دلچسپ و پر معلومات مضمون حالات آفتاب سے متعلق شایع کیا ہے جو نیو انڈیا کی وساطت سے ہندوستان پہنچا ہے، پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ آفتاب جسکا قطر ۸ لاکھ ۶۶ ہزار میل ہے، دیگر اجرام فلکی کے مقابلہ مین بہت ہی چھوٹا کرہ ہے، تاہم اسکی جسامت کرۂ ارض کی نسبت سے ۱۳ لاکھ ۱۰ ہزار گنی زاید ہے، اور اسکی موجودات مادی بمقابلہ زمین کے

۳ لاکھ ۳۳ ہزار ۲۰۰ درجہ زاید ہے، آفتاب کی عمر کا آفتاب اب ڈھل چکا ہے، یعنی اسکی حیات طبعی کا بڑا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور اب اسکے انحطاط کا دور ہے،

موجودہ لفٹننٹ گورنر کے عہد حکومت مین ہمارا صوبہ متحدہ تعلیمی حیثیت سے غیر معمولی ترقی کر رہا ہے، متعدد جدید کالجون اور یونیورسٹیون کا نظام تیار ہو رہا ہے، سب سے بڑھکر یہ کہ گورنمنٹ تعلیم کی مد مین شاہانہ فیاضیون کا اظہار کر رہی ہے، چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء کے تازہ بجٹ مین ۳۳ لاکھ کا اضافہ منظور کیا گیا ہے جس سے تعلیمی بجٹ کی میزان ایک کرور چھ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے، اس توجہ و التفات کے لئے ہر شخص ممنون ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ اس تعلیمی بجٹ کو متمدن ممالک کے تعلیمی بجٹ سے کیا نسبت ہے؟

انگلستان و ویلز کی مجموعی آبادی صوبہ متحدہ کی آبادی سے بقدر ایک کرور کے کم ہے، اس لحاظ سے وہان کا تعلیمی بجٹ ۷۰-۷۵ لاکھ کا ہونا چاہیئے تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۵ء مین وہان کا تعلیمی بجٹ ۲۲ کرور کا تھا! اور رعایا کو اسپر بھی تسکین نہوئی، اخبارات نے سخت شور و غل برپا کیا، چنانچہ گذشتہ اگست مین جدید قانون تعلیم کا نفاذ ہوا، جس نے مصارف تعلیم پر کافی اضافہ منظور کیا!

اپنی پست قامتی کا احساس کرنا ہے تو کسی دیو ہیکل کے پہلو مین کھڑے ہو جانا چاہیئے۔
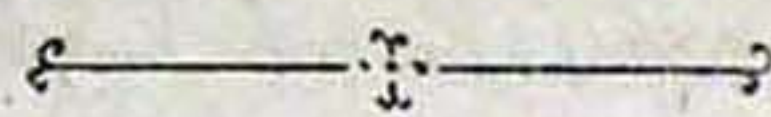
آغاز جنگ کے وقت جو لوگ مطابع اور انکے دفاتر سے تعلق رکھتے تھے، انکی عمومی تعداد انگلستان مین دس ہزار تھی، ان مین سے پورے پانچ ہزار فوج مین داخل ہو گئے، خاتمہ جنگ پر ان مین سے جو اشخاص صحیح و سالم کام کرنیکے قابل واپس آئے، انکی تعداد تیس سے بھی کچھ کم نکلی! پریس سے زیادہ آبادی انگلستان کے کسی حصہ نے جنگ مین انہماک، ایثار و سرفروشی کا عملی ثبوت نہین دیا۔

ہندوستان مین سالانہ جلسہ اب صرف قومی وسیاسی مجالس ہی کے نہین ہوتے بلکہ چند سال سے مختلف علمی انجمنین بھی اپنے سالانہ اجلاس کرنے لگی ہین، اس قسم کی مجالس مین سب سے ممتاز انڈین سائنس کانگرس ہے جسکا اجلاس گذشتہ جنوری مین مشہور ڈاکٹر و مکتشف سر لیونارڈ راجرس کی زیر صدارت بمبئی مین منعقد ہوا، اور علم الحیات، طبعیات، ہیئت، زراعت وغیرہ کے متعدد مسائل پر محققانہ بحث ہوئی، اسی زمانہ مین انڈین میتھیمٹکل سوسائٹی (انجمن ریاضیات ہند) کا دوسرا سالانہ اجلاس بھی بمبئی مین منعقد ہوا، اور ریاضیات سے متعلق دلچسپ مباحث در پیش رہے، انکے علاوہ بمبئی مین اکانومک کانفرنس (انجمن اقتصادیات) اور کلکتہ مین انجنیرز کانفرنس کے اجلاسات ہوئے - ان مین سے ہر انجمن اپنے اپنے دائرہ مین مفید و قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہے، اور یہ دیکھکر خاص طور پر مسرت ہوتی ہے کہ ان علمی کارگذاریون مین یورپین علماء کے دوش بدوش، بنگالی، مرہٹہ وپارسی فضلاء بھی سرگرم عمل نظر آتے ہین، ہم اپنے ہموطنون کو اس ترقی پر مبارکباد دیتے ہین، لیکن ہماری مسرت یقیناً بہت زاید ہوتی اگر خادمان علم وفن کی اس طویل فہرست مین مسلمانون کے دو ایک نام بھی موجود ہوتے :

کانفرنسون اور انجمنون کے سلسلہ مین میوزک کانفرنس (انجمن موسیقی) بھی قابل تذکرہ ہے اسکے انعقاد کی ابتدائی تحریک ملک کے مشہور روشن خیال و علم دوست رئیس ہز ہائنس گیکوار بڑودہ نے کی، چنانچہ سنہ ۱۶ء مین انہین کی زیر صدارت و سرپرستی اسکا پہلا اجلاس ہوا، دوسرا اجلاس چند ماہ ہوئے دہلی مین زیر صدارت نواب صاحب رامپور منعقد ہوا، اور آیندہ اجلاس کے لئے بنارس کا مقام تجویز ہوا ہے موسیقی درحقیقت، ریاضی و فلسفہ کے ہم مرتبہ ایک نہایت اعلی فن تھا، ہندو حکماء کے نزدیک یہ فن خود برہما (خالق کائنات) سے نکلا ہے، اور عبادت کی بہترین صورت ہے یونانی فلاسفہ انسانی نغمہ کو صوت سرمدی کا عکس قرار دیتے تھے، مسلمانون مین اکثر صوفیاے کرام اسے وسیلۂ عرفان سمجھتے ہین اور بعض حکماے اسلام (مثلاً فارابی) تو اس فن کے امام ہوئے ہین، غرض موسیقی کی عظمت و اہمیت ہر متمدن قوم کو مسلم ہے، لیکن ہندوستان مین ایک عرصہ سے یہ فن جس گروہ کے ہاتھ مین ہے، اس نے اسکی ساری عظمت کو خاک مین ملا دیا ہے،

مے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است
بلکہ مے میشود از صحبت نادان بدنام

کاش اس کانفرنس کے ذریعہ سے اس طائفہ ضالہ کی جلد اصلاح ہو اور یہ فن لطیف اپنا گذشتہ وقار از سر نو حاصل کرے -

---

دولت و ثروت، کل دنیا کی طرح یورپ مین بھی سنجیدہ مصنفین کے نصیب مین نہین، علم، ادب کے بہترین خدمتگذارون نے اکثر وہان بھی تنگدستی بلکہ فقر و فاقہ مین بسر کی ہے، لیکن عموماً افسانہ نویس اس کلیہ سے مستثنی رہے ہین، اور ان مستثنیات مین سب سے زیادہ حیرت انگیز مثال فرانس کے نامور ناول نگار ڈوما کی ہے، اُسکے ناول اسقدر مقبول ہوئے کہ رفتہ رفتہ وہ ایک نہایت متمول رئیس ہوگیا، ثروت و تمول کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سونے کی رکابیون مین کھانا کھاتا تھا، اور دسترخوان اسقدر وسیع ہوتا تھا کہ اتنا کسی بڑے رئیس کا بھی بمشکل ہوتا ہوگا، لیکن اس "دولت قارون" کے ساتھ ہی ہمت حاتم بھی حصہ مین آئی تھی، ساری آمدنی احباب کے ساتھ حسن سلوک کے لئے وقف تھی، یہانتک کہ ظروف طلائی جنمین جب وہ کھانا کھلاتا تھا، اکثر انہین کی نذر کر دیتا تھا -

ہندوستان کے مصنفین کے لئے یہ واقعات "داستان طلسم ہوشربا" سے زیادہ اصلیت نہین رکھتے -

پیرس کی مشہور علمی اکاڈمی نے سنہ ۲ء کے لئے متعدد علمی وظائف کا اعلان کیا ہے جنمین سے اکثر کیلئے کسی ملک و قوم کی تخصیص نہین، اور عنوانات اس کثرت سے رکھے ہین کہ سائنس کا شاید ہی کوئی شعبہ

باقی رہ گیا ہو، ریاضی، ہیئت، جغرافیہ، طبعیات، تشریح، طب، کیمیا، حیوانیات، ارضیات، وغیرہ سب مضامین قابل صلہ ہوسکتے ہین، طبعیات مین پہلا وظیفہ دس ہزار فرنک (چھ ہزار روپیہ) اس شخص کیلئے ہے جو اس سال مین اس فن پر بہترین کتاب لکھے، ایک ہزار فرنک (چھ سو روپیہ) کا وظیفہ اسکے لئے ہے جو برقیات پر بہترین مضمون لکھے، ڈہائی ہزار فرنک (ڈیڑھ ہزار روپیہ) کا وظیفہ اس شخص کے لئے جو مقناطیس یا علم البرق سے متعلق کوئی اجتہاد کرے، اور اسیقدر رقم اس باشندۂ فرانس کے لئے ہے جو برقیات مین کسی خاص کمال یا شغف کا ثبوت دے،

جس قوم مین علمی قدرشناسی وحوصلہ افزائی کے یہ طریقے رائج ہون، اگر وہ حیرت انگیز ترقی کرے تو حیرت نہ کرنا چاہیئے۔

ہندوستان مین اسوقت قدیم ہندی علوم کے سب سے بڑے محقق پونہ کے ڈاکٹر بھنڈارکر ہین جنکا فضل وتبحر یورپ کے بڑے سے بڑے مستشرق کو بھی مسلم ہے، انکے زیر اہتمام انکے قائم کردہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ مین قدیم معرکۃ الآرا کتاب مہابھارت، تصحیح وتحشیہ کے ساتھ ازسرنو شائع ہونیوالی ہے، اس کام مین کئی سال لگین گے اور ہزارون روپیہ کا صرف ہوگا، صوبہ بمبئی کے ایک ہندو رئیس نے نصف مصارف اپنے ذمہ لئے ہین، امید ہے کہ بقیہ نصف کی کفالت بھی ملک جلد سے جلد کریگا۔

ہندوستان مین حکومت تعلیم پر جو خرچ کرتی ہے اسکا سالانہ اوسط فی کس سات آنہ پڑتا ہے، ہم اسکے مقابلہ مین امریکہ کی نظیر نہین پیش کرتے، جہان فی کس سالانہ اوسط مصارف ۱۶ شلنگ (بارہ روپیہ) ہے بلکہ ہندوستان ہی کی ایک ریاست کا نام لیتے ہین جہان اوسط مصارف نو آنہ فی کس ہے، افسوس ہی کہ یہ کوئی اسلامی ریاست نہین بلکہ مغرب کی مرہٹی ریاست بڑودہ ہے۔

مقالات

مساجد اور غیر مسلم

افادۂ فاضل ہمام مولانا ابوالکلام

مسجدون کی مجالس مین مسلمانون کی اجازت سے ہندوؤن کا شریک ہونا شرعاً جائز ہی

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَحدَہٗ۔ بعض اخبارات نے مسلمانان دہلی وکلکتہ کے اس طرز عمل کو شرعاً ناجائز قرار دیا ہی کہ مسجدون کی مجالس مین ہندوؤن کو بھی شریک کیا گیا، اور تقریر کرنے کی اجازت دی گئی۔ دہلی کے مسلمان سب سے زیادہ نشانۂ ملامت ہین کہ انھون نے سوامی شردھانند سے جامع مسجد مین تقریر کرائی۔ ان اخبارات نے اس فعل کو نہ صرف ناجائز بتلایا ہے، بلکہ ایک سخت فتنۂ وبدعۃ سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مساجد کی توہین کی گئی، اور اسلامی عبادت گاہ کے احترام کا کچھ لحاظ نہین کیا گیا، وغیر ذلک۔

جن صاحبون نے یہ خیالات ظاہر کیے ہین، انھون نے اس مقصد کے لیے بڑی بڑی تمہیدین اٹھائی ہین، اور شاندار عنوانات اختیار کیے ہین، مثلاً "مسلمانون کو ہر حال مین چاہیے کہ احکام شرعیہ کو مقدم رکھین اور جوش اتحاد مین ایسے بیخود نہو جائین کہ احکام شرعیہ سے بے پرواہ ہو جائین"، ان شاندار واعظانہ تمہیدون کو دیکھکر خیال ہوتا ہے کہ شاید مسلمانان دہلی وکلکتہ نے کوئی بڑی ہی خلاف ورزی احکام شرعیہ کی کی ہے، اور اب اسپر ماتم کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہی۔ اس دور فتن وبدعات مین اگر مسلمانون کی کسی جماعت نے کوئی بہتر سے بہتر کام کیا ہی تو وہ یہی ایک کام ہی کہ مقاصد صالحہ سے مسجدون مین مجالس منعقد کین، اور اپنے غیر مذہب ہمسایون اور حلیفون یعنی ہندوؤن کو بھی اسی مقصد سے ان مین شریک کیا، جس مقصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مذہب کے صلح پسندون اور دوستون کو مسجد مین بلاتے اور ٹھہراتے تھے، اِفتاءِ بغیرِ علم

کی اس سے بڑھکر اور کیا مثال ہوسکتی ہے کہ جو فعل مستحسن اور ہدیٔ نبوۃ سے ماخوذ ہے، اس کو بدعۃ قرار دیا جارہا ہے، اور طرح طرح کی بدعتین علانیہ مسجدون مین ہورہی ہین، مثلاً انعقاد مراسم و محافل بدعیہ و رفع الصوت و بیع و شراء فی المسجد، و ہجوم مساکین، و سائلین و جرح فی الجماعۃ، و سکونۃ فساق و تارکین صلوٰۃ، و صلاتان معاً، وغیر ذلک، ان کو کوئی نہین روکتا، بلکہ بہت سے مدعیان علم مین جو انکو عین سنۃ سمجھ رہے ہین، احکام شرعیہ کی تقدیم و پابندی تو عین مطلوب و مقصود ہے لیکن اسکے وعظ کا استعمال صحیح موقعہ پر ہونا چاہیے، ان حضرات کو سب سے پہلے اپنی نسبت فیصلہ کرلینا تھا کہ کہین وہ خود تو حدود شرع سے متجاوز نہین ہورہے ہین؟ شریعۃ کی پابندی کے معنی صرف یہی ہین کہ شریعۃ کی پابندی تحکم بالظنّ والرائی اور "اعجاب کل ذی رای برایہ" کا نام شریعت نہین ہے، وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ

خود اصل واقعہ بھی غلط سمجھا گیا ہے، جامع مسجد کے جلسے کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ سوامی شردھانند نے ممبر پر کھڑے ہوکر تقریر کی، اور ممبر کو لوگون نے ممبر جمعہ سمجھ لیا، جو مسجدون کے ہال مین ہوتا ہے۔ حالانکہ ممبر سے مقصود مکبر کا چبوترہ ہے، جو صحن مسجد مین ہے اور اسپر ممبر مصطلحہ مساجد کا اطلاق کسی طرح درست نہین۔ یہ چبوترہ بڑی بڑی مسجدون مین بنادیا جاتا ہے تاکہ تکبیرات انتقال کو ایک بلند مقام سے دہرایا جاسکے۔ پھر اگر اس چبوترہ پر ایک غیر مسلم دوست نے مسلمانون کی اجازت سے کھڑے ہوکر تقریر کی تو اس مین شرعاً کیا قباحت لازم آئی؟ ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان۔

رہا اصل مسئلہ یعنی غیر مسلمون کا مسجدون مین داخل ہونا، تو معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف داخل ہی ہونا جائز ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر مصالح مقتضی ہون تو انکو مسجد مین عارضی طور پر بطور مہمان کے ٹھہرانا بھی جائز ہے۔ اور مسلمانون کا جو امام یا مسلمانون کی جو جماعت رعایت مصالح اُخرٰی کے ساتھ ایسا کرتی ہے وہ ٹھیک ٹھیک اُس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتی ہے، جو صاحب شریعۃ صلعم نے امتہ کو دکھلایا ہے؛

فخیر الھدی ھدی محمد و شر الامور محدثاتھا۔

(۱)

آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر مجالس اور صحبتین مسجد نبوی ہی مین منعقد ہوتی تھین، بسا اوقات غیر مسلم آتے تھے، اور بلا کسی روک ٹوک کے اُن صحبتون مین شریک ہوتے تھے، آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارک مسجد سے متصل تھا، جو لوگ آپکی خدمت مین حاضر ہوتے تھے انکو بعض اوقات مسجد ہی مین آپکا انتظار کرنا پڑتا تھا، اور ان لوگون مین غیر مسلم بھی ہوتے تھے، یہ امور ضمناً متعدد روایات سے مستنبط ہوتے ہین، آپکے بعض یہودی قرضدارون نے مسجد مین آکر تقاضا کیا ہے، اور آپنے اپنے حلم و خلق کی وجہ سے اُنکے حق طلب و تقاضا کو تسلیم فرمایا ہے، غیر مسلم اقوام سے پولیٹکل علایق، سفراء کا ایاب و ذہاب، معاہدہ و مواثیق کی مجالس شورٰی۔ عرائض و شکایات مسلمین و غیر مسلمین، یہود مدینہ اور مشرکین اطراف و جوانب سے پولیٹکل تعلقات کی گفت و شنید، یہ اور اسی طرح کے تمام معاملات مسجد نبوی ہی مین طے پاتے تھے۔ خود مسلمانون کو آپنے مسجد کے متعلق متعدد معاملات مین تنبیہ فرمائی اور اُنہی سے احکام احترام و حقوق مسجد مستنبط ہوئے، مثلاً منع آکل بصل و ثوم، و منع انشاد ضالہ، و منع بیع و شراء وغیر ذلک، مگر ایک واقعہ بھی ایسا موجود نہین جس سے ثابت کیا جاسکے، کہ آپ نے کسی غیر مسلم کو صرف اس بنا پر مسجد مین داخل ہونے سے روک دیا ہو کہ وہ مسلمان نہین ہے۔ آپکے زمانہ مین اور آپ کے بعد خلیفۂ دوم تک تمام سرکاری عمارتون کا کام مسجد نبوی ہی دیتی تھی، اور غیر مسلم اقوام و قبائل کے جسقدر وفد (ڈیپوٹیشن) اور سفراء آتے تھے وہ یا تو مسجد مین ٹھہرائے جاتے تھے، یا شہر کے مسلمانون کے ہان۔ تاریخ اسلام مین سب سے پہلے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے سرکاری مہمانسرا بنائی جیسا کہ مقریزی اور عسکری نے لکھا ہے، اور ابن حبان نے کتاب الثقات مین تصریح کی ہے کہ مدینہ کی مہمانسرا سنہ ۱۷ ہجری مین حضرۃ عمرؓ کے حکم سے تعمیر ہوئی،

(۲)

ازانجملہ وفد نجران کا واقعہ ہے جو صحاح و سیرۃ مین بتفصیل موجود ہے اور جسکی نسبت سورۂ آل عمران

کی آیات مباہلہ و احتجاج اہل کتاب بالاتفاق نازل ہوئین، نجران (یمن) مین عیسائی آباد تھے، اسلام کا پیام دعوۃ پہنچا تو آمد و رفت شروع کی، دوسری مرتبہ ان کا وفد آیا تو اتوار کا دن تھا، اور شام قریب تھی، مسجد نبوی مین پہنچے تو انھون نے چاہا کہ پہلے اپنی نماز ادا کرلین، بعض مسلمانون پر یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کی عبادت گاہ مین عیسائیون کو مسیحی عبادۃ کی اجازت کیون دیجائے؟ انھون نے روکنا چاہا، لیکن آنحضرۃ صلعم نے فرمایا مت روکو، نماز پڑھنے دو، چنانچہ وفد کے تمام عیسائیون نے پورب کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔ زاد المعاد مین ہے: "لما قدم وفد نجران علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلوا علیہ مسجدہ بعد العصر فحانت صلاتھم فقاموا یصلون فی مسجدہ فاراد الناس منعھم فقال رسول اللہ دعوھم فاستقبلوا المشرق فصلوا صلاتھم" اھ

اس واقعہ سے کئی باتین ثابت ہوئین: اولاً یہ کہ غیر مسلم مسجد مین بلائے جاسکتے ہین۔ نجران کے وفد کے ارکان رومن کیتھولک عیسائی تھے، مگر آنحضرت نے انکو مسجد مین داخل ہونے سے نہین روکا،

ثانیاً اگر کوئی غیر مسلم مسلمانون کی مسجد مین اپنے طریق پر اللہ کی عبادت کرنا چاہے اور کوئی فعل محسوس و مشہود بت پرستی کا یا خلاف احترام مسجد نہ کرے، تو شرعاً اسکو نہین روکنا چاہئے، الا یہ کہ اُس سے کسی فساد و مضرۃ یا عادۃ والتزام یا قبضۂ و تمکین کا اندیشہ ہو، مسجد خدا کی عبادت کے لیے ہے، پس اس کا ہر بندہ عبادت کرسکتا ہے، لیکن شرک عبادۃ نہین ہے، عبادت کی ضد ہے، اسلیے شرک و بت پرستی کی اجازت عبادت گاہ مین نہین دی جاسکتی، مسیحی نماز کے تین رکن ہین۔ تلاوۃ، سجدہ، دعا، پس انھون نے اپنے طریق پر یہی کیا ہوگا۔

ثالثاً روایات سے ثابت ہے کہ اس وفد مین ساٹھ آدمی تھے، ساٹھ آدمیون کی جماعت اچھی خاصی جماعت ہے، نماز پڑھی ہوگی تو بہت نمایان حالت ہوگی، کچھ یہ بات نہ تھی کہ ایک دو آدمیون نے کسی گوشے مین چپکے سے کوئی کام کیا اور چلدیے، بااین ہمہ آپ نے اجازت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ اپنی نمایان اور ممتاز شکل مین بھی احترام مسجد کے خلاف نہ تھا، ورنہ آپ ضرور روکتے، اور ظاہر ہے کہ خلاف کیون ہوتا، اسلام قیام عبادت کے لیے آیا تھا، نہ کہ منع عبادت کے لیے۔ یہود و نصاریٰ پر سب سے بڑا الزام تو اُس نے یہی لگایا کہ رسمی عبادت کرتے ہین، مگر وہ شے جسکا نام "قیام عبادت" ہے مفقود ہوگئی ہے، حافظ ابن قیم نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کے فقہ پر بھی بحث کی ہے،

"ففیھا جواز دخول اھل الکتاب مساجد المسلمین وفیھا تمکین اھل الکتاب من صلاتھم بحضرۃ المسلمین وفی مساجدھم ایضاً اذا کان عارضاً ولا یمکنوا من اعتیاد ذلک" (جلد دوم صفحہ ۳۹ مطبوعۂ مصر)

رابعاً اس واقعہ سے اُن مسلمانون کو عبرۃ پکڑنی چاہیے جو چند جزئی اختلافات کی بنا پر خود مسلمانون کو اپنی مسجدون مین آنے سے روکتے ہین اسکے لیے مقدمہ بازیان کرتے ہین، اور و من اظلم ممن منع مساجد اللہ الخ کی وعید مین داخل ہوتے ہین، اعاذ اللہ تعالی منہ،

(۳)

اگر یہ کہا جائے کہ اس واقعہ سے صرف اہل کتاب کے لیے جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ غیر اہل کتاب غیر مسلمون کے لیے، تو یہ بھی صحیح نہین، فتح مکہ کے بعد جب قبیلۂ ثقیف کا وفد آیا تو آنحضرۃ صلعم نے ان کو نہ صرف مسجد مین آنے دیا، بلکہ بحیثیت مہمان کے مسجد مین ٹھرایا، اور چند گھنٹون کی شرکت مجالس اور کئی دن کے متصل قیام مین جو فرق ہے وہ ظاہر ہے، اس وقت بھی بعض لوگون کو اسپر وہی شبہہ ہوا تھا جو آج لوگون کو ہو رہا ہے، اور دنیا مین سمجھ کی طرح ناسمجھی کا ظہور بھی ہمیشہ یکسان رہا ہے۔ بعض مسلمانون نے اعتراض کیا "انزلھم فی المسجد وھم مشرکون"؟ آپ ان کو مسجد مین ٹھراتے ہین، حالانکہ وہ مشرک ہین؟ فرمایا "ان الارض لا تنجس" زمین انسانون کے مس و قیام سے ناپاک نہین ہو جاتی اور مسجد زمین

ومکان کے ایک مخصوص ٹکڑے ہی کا نام ہے، یعنی نجاست دل کی نجاست اور گندگی اعتقاد کی گندگی ہے"، ابوداؤد اور امام احمد نے عثمان بن ابی العاص سے (جو خود شریک وفد تھے) روایت کیا ہے: "ان وفد ثقیف لما قدموا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انزلھم فی المسجد لیکون ارق لقلوبھم" اسی روایت کو بہ تغیر بعض الفاظ طبرانی نے بھی اوسط مین لیا ہے، اور ابو داؤد نے بروایت حسن مرسلاً اسپر اسقدر زیادہ کی ہے "ان وفد ثقیف اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضرب قبۃ فی المسجد لینظروا الی صلوۃ المسلمین فقیل لہ یا رسول اللہ انزلھم فی المسجد وھم مشرکون؟ فقال ان الارض لا ینجس انما ینجس ابن آدم"، چونکہ صاحب ہدایہ نے اس واقعہ سے جواز دخول پر استدلال کیا ہے اسلیے اسکی تخریج مین زیلعی نے تمام طرق حدیث جمع کردیے، اسوقت میرے پاس نہ نصب الرایہ ہے اور نہ حافظ عسقلانی کی درایہ، لیکن اگر میرا حافظہ غلطی نہین کرتا تو عطیہ بن سفیان کی روایت مین ہے کہ: "قدم وفد ثقیف فی رمضان فضرب لھم قبۃ فی المسجد" (او کما قال) یعنی یہ وفد رمضان مین آیا تھا، پس انکے قیام کے لیے آنحضرہ صلعم نے ایک خیمہ مسجد نبوی مین نصب کرادیا۔

اس واقعہ مین متعدد امور قابل غور ہین،

اولاً جب یہ وفد آیا تو مغیرہ بن شعبہ نے آنحضرۃ ؐ سے درخواست کی کہ مجھے انکے ٹھرانے اور خدمت کرنے کا موقعہ دیا جاے، آپ نے فرمایا انکی خدمت و تکریم سے نہین روکتا لیکن ایسی جگہ ٹھراؤ جہان سے وہ قرآن سن سکین "فقال لا امنعک ان تکرم قومک ولکن انزلھم حیث یسمعون القرآن"، (زاد المعاد) اس سے معلوم ہوا کہ انکو مسجد مین ٹھرانا کسی مجبوری و عذر کی بنا پر نہ تھا بلکہ قصداً ٹھرایا گیا، اور اسکی ایک خاص علۃ تھی، یعنی سماع قرآن و نظارۂ صلوۃ کما سیاتی بیانہ۔

ثانیاً، یہ وفد فتح مکہ کے بعد ۹ھ ہجری مین آیا ہے، اور یہ وہ وقت ہے کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا پورا پورا ظہور ہوچکا ہے، پس یہ وقت

غلبہ و شوکت کا تھا، اور خود وفد عاجزانہ اور مفتوحانہ آیا تھا، یہ بات نہ تھی کہ عجز و درماندگی کی وجہ سے بہ نظر تالیف قلب واعزاز و تکریم مخالف انکو ٹھرایا ہو،

ثالثاً معلوم ہے کہ اس وفد کے تمام ارکان مشرک تھے، اور مشرک بھی کیسے؟ اشد شدید، اور بغض اسلام و صاحب اسلام اور تصلّب فی الشرک والجاہلیۃ مین مشہور و معروف، اس وفد کا سردار ابن عبد یالیل تھا، اس شخص کا یہ حال ہے کہ ابوطالب کے انتقال کے بعد جب قریش مکہ کا ظلم و جور اس حد تک پہنچگیا کہ آنحضرۃ ؐ کے لیے مکہ مین رہنا بھی دشوار ہوگیا، تو آپ نے طایف کا سفر کیا کہ شاید باہر کے قبائل حق کا ساتھ دین، لیکن جب قبیلۂ ثقیف کی بستی مین پہنچے تو اسی عبد یالیل اور اسکے دونون بھائیون نے آپکے ساتھ یہ سلوک کیا کہ طایف مین دم لینے کی مہلت نہ دی، دعوۃ حق کا یہ جواب ملا کہ "اما وجد اللہ احداً یرسلہ غیرک"؟ کیا خدا کو تمھارے سوا اور کوئی آدمی نہ ملا جسکو پیغمبر بنا کر بھیجتا؟ جب آپ واپس ہوے تو بستی کے لڑکون اور غلامون کو آپکے پیچھے لگا دیا کہ تضحیک و تحقیر کرین، اُنھون نے آپ پر کیچڑ پھینکا، اُس جسم مقدس کو جسکے بقا پر تمام کرۂ ارضی کی سعادت و ہدایت کی بقا موقوف تھی، پتھرون کی بوچھار سے زخمی کردیا، پیشانی مبارک کا خون بہ کر پاے مبارک کو رنگین کر رہا تھا، اور یہ دعا ورد زبان تھی "اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین!" یعنی

بجرم عشق توام می کشند غوغائیست تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

اس کے بعد جنگ ہوازن و ثقیف کے جو واقعات پیش آئے، کتب سیرۃ کے مطالعہ کرنے والون سے مخفی نہین، جنگ ہوازن کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی مدینہ آیا، اور مشرف بہ اسلام ہوا، مسلمان ہونے کے بعد تبلیغ حق کے عشق نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ آنحضرۃ روکتے رہے اور وہ اپنی قوم کی محبت کے اعتماد پر طائف واپس گیا، اور دعوۃ اسلام شروع کردی۔ لیکن ثقیف نے اسکے ساتھ یہ سلوک کیا کہ ایک دن عین حالت نماز مین شہید کردیا، یہ حال تو اسلام اور اہل اسلام کی عداوت کا تھا، شرک

وجاہلیۃ کے جمود و تصلب کا یہ حال تھا کہ جب فتح مکہ کے بعد یہ وفد مدینہ آیا اور مسجد کے قیام، کلام الٰہی کی سماعت بجماعۃ صلوٰۃ کے نظارہ، اور آنحضرۃ کے خلق عظیم کے اسلحۂ محبت سے مسخر ہو کر اسلام لانے کے لیے آمادہ ہو گیا تو گو اسلام کی صداقت کا اعتراف تھا، لیکن پھر بھی بت پرستی اور جاہلیۃ کا کانٹا دل سے نہین نکلتا تھا، چاہتے تھے کہ اپنی شرطین منوا کر مسلمان ہون، پہلے کہا کہ نماز کی پابندی سے ہمکو مستثنےٰ کر دیجیے، فرمایا "لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع" وہ دین ہی کیا جسمین خدا کے سامنے جھکنے والی پیشانی نہو! پھر کہا اچھا زنا کے بغیر تو چارہ نہین، ہماری قوم کے لوگ اکثر سفر مین رہتے ہین۔ فرمایا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا، پھر کہا سود چھوڑنا تو مشکل ہی، شراب تو ہماری غذا ہے، فرمایا "اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا اور رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ، جب ان ساری شرطون مین سے کوئی نہ چلی تو آخر مین کہا کہ اچھا ساری باتین منظور مگر ربہ کو تو ہم اپنے ہاتھون سے نہین ڈھا سکتے، ربہ یعنی دیبی، رب کا مونث، اس بات کو آنحضرۃ نے منظور کر لیا، اور خالد بن ولید کو چند صحابہ کے ساتھ بھیجا کہ طائف کی دیبی کو منہدم کر دین، حضرۃ خالد نے مندر کی زمین تک کھود ڈالی، مگر یہ لوگ یہی کہتے رہے کہ دیبی کی بے حرمتی کا وبال آئے گا؛

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ سخت بت پرست اور اسلام کی عداوت مین کس درجہ سنگدل تھے؛ باین ہمہ آنحضرۃ نے انکو مسجد مین ٹھہرایا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جس قلعۂ طائف کو مسلمانون کی منجنیق چالیس دن تک سنگ باری کر کے بھی فتح نہ کر سکی، اُسکے بسنے والون کے دلون کو آنحضرۃ صلعم کے خلق عظیم، اسلام کی مساحت، مسجد کے قیام، اور اسلامی عبادت کے نظارہ نے چند گھنٹون کے اندر فتح کر لیا، لوہے کی تلوار کو سپر پر روکا جاسکتا ہے، لیکن محبت کی تلوار کے لیے کوئی سپر نہین۔

درسِ وفا اگر بود زمزمۂ محبتے ‏ ‏ ‏ جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پاے را

مسلم مین بروایۃ حضرت عائشہؓ ہے کہ انھون نے آنحضرۃ صلعم سے پوچھا ھل اتی علیک یوم کان اشد من یوم اُحد؟ جنگ احد والے دن سے بھی بڑھکر کوئی مصیبت و شدت کا دن آپ پر آیا ہے"

فرمایا ہان "یوم العقبہ اذ عرضت نفسی علی ابن عبد یالیل بن عبد کلال فلم یجبنی الی ما اردت" وہ دن جب مین طایف گیا اور اعانت و قبول حق کی امید سے اپنی دعوۃ ابن عبد یالیل کے سامنے پیش کی اور اُسنے میری کچھ پرواہ نہ کی، وہ دن اُحد کے دن سے بھی میرے لیے اشد تھا، تن تنہا بے یار و مددگار طائف کی گھاٹیون مین پھر رہا تھا، اور ایک انسان بھی نہ تھا جو مجھ پر ہمدردی اور ترس کی نظر ڈالتا، آپ کے اس ارشاد سے اندازہ کرو کہ ثقیف نے آپکے ساتھ کیسا ظالمانہ و وحشیانہ سلوک کیا تھا، کہ اپنی ساری زندگی کے اُن مصائب عظیمہ مین جو دعوۃ الی الحق کی راہ مین پیش آئے، طائف کی گھاٹیون والی مصیبت کو اشد فرمایا، اسی روایت مین ہے کہ باوجود ان تمام مظالم و شدائد کے آپنے فرمایا تھا "ارجوان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لا یشرک بہ شیئاً" اس پر بھی مین اُن لوگون کے لیے بد دعا نہین کرون گا۔ مین نے صداے حق کا بیج ڈال دیا ہے اور آج نہین تو کل پھل لاے گا، یہ لوگ اگر بت پرستی پر مٹے ہوئے ہین تو انکی نسل سے وہ لوگ پیدا ہونگے جو حق کو قبول کرینگے اور اللہ کی پرستش کے سوا ان کی کوئی پرستش نہو گی! غزوۂ طایف مین جب قلعہ مسخر نہوا، اور مختلف مصالح مقتضی ہوے کہ حصار اُٹھا لیا جائے، تو لوگون نے کہا "ادع اللہ علی ثقیف" ثقیف کے لیے اللہ سے التجا کیجیے، فرمایا "اللھم اھد ثقیفا وأت بھم" خدایا ثقیف کے دلون کو حق کے لیے کھول دے، چنانچہ وہی ہوا، جن لوگون نے پتھر پھینکے تھے خود دوڑے ہوئے آے کہ حق کے بے پناہ تیرون سے اپنے دلون کو دو نیم کر دین، یہ تیر ان دشمنون پر کہان چلائے گئے تھے؟ میدان جنگ مین؟ نہین، خدا کی مقدس عبادۃ گاہ کے صحن مین "ضربوا لھم خیمۃ فی المسجد" جن لوگون نے منجنیق کے پتھرون سے اپنی دیوارون کو بچا لینے کا بندوبست کر لیا تھا، وہ ان تیرون سے اپنے دلون کو نہ بچا سکے، عثمان بن ابی العاص راتون کو چھپ چھپ کر حضرۃ ابوبکرؓ کے پاس آتے اور قرآن سیکھتے، یہ تھا وہ ھدی نبوۃ اور اُسوۂ حسنۂ رسالۃ جس نے فی کالنجار تاوا اشد قسوۃ بھی

موم بنا کر پگھلا دیا، اس کے مقابلہ مین آج مسلمانون کا یہ حال ہے کہ انکے ہمسایے اور شریک وطن عشق و محبت کے جوش سے بیخود ہو کر انکی مسجدون مین خود بخود دوڑے آتے ہین، کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑے ہو جاتے ہین، خود کہتے ہین کہ ہم بھی تمہارے ساتھ تمہاری نماز پڑھین گے، نماز جنازہ کی صفین کھڑی ہوتی ہین تو تسویہ صفوف کی خدمت خود انجام دیتے ہین، اپنے ہاتھون سے پانی دیکر نمازیون کو وضو کرا دیتے ہین، مسجد کے چبوترہ پر کھڑے ہو کر پکارتے ہین کہ ہم سب ایک کے بندے اور ایک ہی گھرانے کے بھائی ہین، مگر مسلمان ہین کہ اس نعمۃ الٰہی پر سجدۂ شکر بجا لانے اور آنے والون کو اور زیادہ اپنے طرف کھینچنے کی جگہ ناک بھون چڑھا رہے ہین، کہ ہماری مسجد غیرون کی چھوت سے بے احترام ہو گئی! غور کرو۔ پہلے کیا حالت تھی! اور اب کیا حالت ہے؟ جب حالت مین انقلاب ہوا تو نتائج مین بھی انقلاب لازمی ہے۔

سعادت مشرقۃ وشت مغرب شتان بین مشرق و مغرب

(۴)

حقیقت یہ ہے کہ آج اشاعت اسلام مین سب سے بڑی روک مسلمانون کا یہی طرز عمل ہے اور یہ نتیجہ ہے قرآن و سنۃ کے علم و عمل حق سے بُعد اور ھدی نبوۃ سے جہل و غفلت کا، یا بالفاظ مختصر علماء حق و راسخین فی العلم کے فقدان کا۔ افسوس خود مسلمانون کو اسلام کی قوۃ و صداقت پر بھروسہ نہ رہا، نادان سمجھتے ہین کہ دوسرون سے اگر ہم ملین گے تو ہم ان مین جذب ہو جائین گے، انکو اپنے مین جذب نہین کر سکین گے۔ اور سچ یہ ہے کہ اس وہم فاسد سے بڑھکر اور کوئی خیال اسلام کے لیے مایۂ صد توہین و تذلیل نہین ہو سکتا، اگر مسلمانون کے پاس لوہا نہین بلکہ مقناطیس ہے تو مقناطیس اور لوہے کا جب آمنا سامنا ہوگا نتیجہ صرف یہی نکلے گا کہ لوہا مقناطیس کی طرف کھینچے گا، یہ کیا مصیبت ہے کہ ہر بات مین اللہ اور اس کے دین حق کی نسبت سوء ظن، ظن الجاہلیۃ، اور ہر معاملے مین خود اپنے نفس پر حکم و شہد واعلی انفسھم شہادت بطلان و ضعف و ہلاکت؟ فالی اللہ المشتکی

ثم الی اللہ المشتکی!

(۵)

وفد ثقیف کی روایات پر غور کرو، مسجد مین ٹھہرانے کی علت کیا بتائی گئی؟ یہ وہ تعلیل نہین ہے جو تعلیل باطل ہے، یعنی تحکم بالظن والرای اور حصر تعلیل بالقیاس غیر مؤید بالنص، بلکہ یہ وہ تعلیل ہے جو خود شارع نے بتلا دی، مغیرہ کو کہا کہ وفد کی تکریم سے نہین روکتا، لیکن "انزلھم حیث یسمعون القرآن" اور ابو داؤد و احمد و طبرانی کی روایت مین ہے "لیکون ارق لقلوبھم" اور ایک روایت مین ہے "لکی یسمعوا القرآن و یروا الناس اذا صلوا" (ابن ہشام) یعنی وفد کو مسجد مین اس لیے ٹھہرایا کہ وہ اسلام کے محاسن سے واقف ہو سکین، قرآن کی صدائین انکے کانون مین پڑین، مسلمانون کو نماز پڑھتے ہوے دیکھین اور خدا کی سچی اور فطری عبادت کی خوبیان انکے دلون مین راہ پیدا کرین، اس ایک بات سے بے شمار فروعات دعوۃ و تبلیغ اسلام اور جزئیات طرق اصلاح اقوام و امم مستنبط ہوتے ہین جنکو نہایت تفصیل سے رسالۂ دعوۃ و تبلیغ اسلام مین لکھ چکا ہون جو منجملہ تالیفات قیام رانچی کے ہے، از انجملہ یہ کہ اسلام کو اپنی صداقۃ و حقیقۃ کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے اور قانون الٰہی یہ ہے کہ ہر قوی ضعیف کو اپنی طرف کھینچتا اور ہر طاقت کمزور پر چھا جاتی ہے، قوہ مین فاعلیہ ہے اور کمزوری مین انفعال۔ اور قوۃ و ضعف مین اعتبار کیفیت کا ہے نہ کہ مجرد کمیت کا۔ اسی قانون جذب و انجذاب و فعل و انفعال و جلب و انجلاب پر کارخانۂ وجود و ہستی کے تمام حوادث و اعمال کا دار و مدار ہے، اور یہ قانون مادہ و جسم کی طرح تمام معقولات اور معنویات مین بھی ہو بہو یہی جاری و ساری ہے۔ پس اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ قوت ہے، طاقت ہے۔ اصلح ہے۔ امثل ہے، اسلیے جب کبھی اسلام اور غیر اسلام مین قرب ہوگا، تو اسلام اپنے ماسوی کو کھینچے گا، اور اپنے مین جذب کرے گا، یہ نہین ہو سکتا کہ اسلام کو غیر اسلام اپنے مین جذب کرے، اگر ایسا ہو تو قانون الٰہی باطل ہو جائے، اور اگر یہ قانون باطل ہو تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے، یہی معنی ہین اس آیہ کریمہ کے

کہ وَلَوِاتَّبَعَ الْحَقُّ اَھْوَاءَھُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ" اور یہی معنی ہین لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کے
جسکی تفسیر مین لوگون کو کیا کیا حیرانیان نہین ہوئین، حالانکہ بات بالکل صاف اور قدرتی تھی، اِس عالم
مین بقا صرف اصلح کے لیے ہے، اور بالآخر تمام غیر اصلح عقائد و اعمال کو مٹ جانا ہے، والعاقبۃ للمتقین -
اور فیصلۂ حق و باطل کی یہی سب سے بڑی شہادت ہے قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً ؟ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ
وَبَیْنَکُمْ شَہِیْدًا ، اور یہی معنی ہین اِس آیۃ و امثالہا کے کہ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ؟ اور یہ کہ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی
الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ، وامثال ھذا فی الکتاب والسنۃ ، اسی اصل الاصول کا نتیجہ ہے کہ اسلام نے
اپنے تمام عقائد ، اعمال ، اکمنہ ، اور مواسم و اجتماعات مین دوسرے مذہبون کی طرح کوئی راز اور مخفی
بات نہین رکھی ہے اسکی ساری باتین دوپہر کے سورج کی طرح کھلی اور چمکیلی ہین - اسکی عبادت گاہون مین
کوئی بھید نہین جسکے کھل جانے کا اس کو ڈر ہو - دل اور روح کو چھوڑ کر اس نے زمین اور مٹی کی کوئی
ایسی پاکی اور ستھرائی نہین بنائی ہے - جو جسم و وجود اور اس کے سایہ کی چھوت سے ناپاک ہو جائے،
وہ ایک بے باک طاقت اور کامل حسن کی طرح سب کو دعوۃ دیتا اور بلاتا ہے کہ آئین، دیکھین اور
مفتون ہون اسکی صداقت کی دعوۃ اسکی ہر چیز مین ہے ، صرف چند چنے ہوئے واعظون کی
بولیون ہی مین نہین ، ایک مسلمان کا وجود یکسر دعوۃ و وعظ ہے ، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو ، ایک مسجد اور
اسکی سادہ اور بے نقش و اشکال دیوارین مجسم وعظ و حق ہین ، جبکہ امام قرآن پڑھ رہا ہو ، اسکے
نمازیون کی صفون کے نظارۂ وحدت سے بڑھکر کوئی خطبۂ تبلیغ اور درس دلائل نہین ، جبکہ ایک
ہی خدا کے بندے بنیان مرصوص کی طرح کاندھے سے کاندھا جوڑے کھڑے ہون ، اور خدا
کی قائم کی ہوئی انسانی اخوت کو بحکم یشد بعضہ بعضاً " کتشبیک الاصابع دکھلا رہے ہون ، پس
وہ انسانون کو اپنی ہر بات دکھلانا ، اور ہر مقام پر بلانا ، اور ہر راہ مین اپنے سے جوڑنا ، اور ہر شکل مین

اپنے سے قریب کرنا چاہتا ہی اور اس کا دعوی ہی کہ جو اُس سے قریب ہو گا بالآخر اس مین جذب ہو جائیگا
قرب و اتحاد مین اس کے لیے خوف نہین ہی کہ وہ غیرون سے بھاگے اور الگ رہے بلکہ غیرون کے
لیے انجذاب و انفعال ہی جس کے لیے انکو ڈرنا اور بھاگنا چاہیے ، اس کا سارا رونا تو یہی ہے -
کہ لوگ اُسکی سنتے نہین اسکو دیکھتے نہین ، اس مین آتے نہین ، اسکی طرف گردن موڑتے نہین -
لوّوا رؤسھم و رأیتھم یصدون وھم مستکبرون ، یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ خدا کے بندے اسکی
طرف پیار اور اخلاص سے بڑھین اور وہ ان پر اپنا گھر بند کر دے کہ تمہارے اندر آنے سے میرے
گھر کی تقدیس کو بٹہ لگ جائے گا ؟ مسجدون کا اصلی احترام یہی ہے کہ اُس مین انسانون کی
بھلائی کے لیے انسانون کا اجتماع ہو ، انسانون کے نکال دینے مین اُسکی حرمت نہین بلکہ بے حرمتی
ہے ، اسلام نوع انسانی کی عظمت و احترام کے لیے آیا ہے ، نہ کہ تذلیل و تحقیر کے لیے ؛
پس وہ کسی انسان کو بہ حیثیت ایک انسان کے نجس نہین قرار دیتا ، جسکی چھوت سے مٹی اور
اینٹ ناپاک ہو جائے - نجاست انسان کے جسم مین نہین بلکہ اسکے اعتقاد اور عمل مین ہوتی ہے -
کاش جسم مین ہوتی تو دریا کا پانی اس کو دھو دیتا اور انسان کا بنا ہوا کپڑا اوپچھ دیتا ، مگر افسوس وہ دل
اور عمل کی گندگی ہے ، جسپر نہ تو پانی بہایا جا سکتا ہے اور نہ کوئی ہاتھ صاف کر سکتا ہی ، اس کو
صرف خدا کا سچا ایمان اور راستی کا کامل عشق پاک کر دیسکتا ہے ، سو انسانون پر اسکی راہین
بند نہ کرو !

(۶)

جہان تک مکان اور عمارت کا تعلق ہے ، اسلام کی دینی عمارت صرف مسجد ہی ہی ، اور
کوئی نہین - پس اگر اسلام غیرون کو قبول کرنا چاہتا ہے تو مسجد ہی مین قبول کرنا پڑے گا ، آج اگر
ہمارے ہندو بھائی خود اپنی محبت اور پیار سے ہماری مسجدون مین آتے ہین ، تو یہ وہ چیز ہے جسکی

خود ہمکو آرزو کرنی تھی، اور جسکو اول دن ہی سے شروع ہو جانا تھا، کاش اگر ایسا ہوتا تو ہندوستان مین مسلمانون کا نو صدیون سے متصل قیام بے اثر ثابت نہ ہوتا اور آج ملک کے سارے تفرقے مٹ گئے ہوتے، مین جب رانچی مین نیا نیا آیا اور جامع مسجد مین جمعہ کے خطبون کا سلسلہ شروع ہوا تو شہر کے بہت سے تعلیم یافتہ ہندؤن اور وکلا وغیرہ کو تقریر سننے کا شوق ہوا، انہون نے کہلایا کہ کوئی صورت اختیار کیجیے کہ ہم بھی تقریر سن سکین، مین نے جواب دیا کہ نظر بندی کی قیود کی وجہ سے عام مجالس کا انعقاد آپ لوگون کے لیے موجب مشکلات ہوگا، اگر شوق ہو تو مسجد مین کیون نہین آتے؟ اس پر ان لوگون کو تعجب ہوا کہ مسجد مین عین جمعہ کے موقعہ پر ہم لوگ کیونکر جا سکتے ہین؟ لیکن مین نے عین جمعہ کے دن انکے مسجد مین آنے اور ایک مناسب مقام سے خطبہ سننے کا انتظام کر دیا، اس کے بعد انجمن اسلامیہ قایم ہوئی، اور اسکی تمام مجالس بھی مسجد ہی مین منعقد ہوتی رہین، ان مین بھی تمام ہندو شریک ہوتے رہے صرف اتنی سی بات سے جو نتائج حسنہ پیدا ہوئے وہ شاید برسون کے وعظ و تبلیغ اور آجکل کے مجادلانہ مناظرات و مباحث سے بھی پیدا نہ ہوتے، اور ان کا اندازہ ابھی باہر کے لوگ نہین کر سکتے، جب تک ایک بڑی طولانی سرگذشت نہ سنائی جائے۔

(۷)

بجملہ خصائص خمسۂ اسلام کے یہ ہے کہ "جعلت لی الارض مسجداً وطھوراً" (بخاری) خدا کی ساری زمین اسلام کے لیے مسجد ہے:

ہر جا کنیم سجدہ، بہ آن آستان رسد!

جس اسلام کی اس وسیع اور غیر محدود عبادت گاہ کو ہزارون قومون اور مذہبون کا رہنا اور بسنا ناپاک نہ کر سکا اسکی چار دیواری کے اندر گھری ہوئی عبادت گاہ کو غیر مسلمون کا داخل ہونا کب بے احترام کر سکتا ہے؟

(۸)

اور من جملہ ادلۂ جواز دخول مشرک فی المسجد، کے ثمامہ بن آثال کا واقعہ ہے جو صحیحین مین بتفصیل موجود ہے، اور امام بخاری رح نے اپنے داب فقاہت کے مطابق مختلف کتب و ابواب مین اس سے متعدد مسائل مہمہ کا استنباط کیا ہے، ثمامہ نجد کا رئیس تھا، ہجرت کے پانچوین سال آنحضرۃ صلعم نے چند سوار نجد کی جانب بھیجے، وہ ثمامہ کو گرفتار کر لائے اور مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا، تمام روایات کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن تک وہ مسجد ہی مین رہا، تیسرے دن آنحضرۃ صلعم نے بلا کسی شرط کے رہا کر دیا، امام بخاری اسی روایت کو زیادہ تفصیل و تطویل سے کتاب المغازی مین بھی لائے ہین، وفیہ انہ صلعم مر علی ثمامہ ثلاث مرات وھو مربوط فی المسجد وانما امر باطلاقہ فی الیوم الثالث وکذا اخرجہ مسلم وغیرہ وصرح ابن اسحاق فی المغازی من ھذا الوجہ ان النبی صلعم ھو الذی امرھم بربطہ قالہ ابن حجر فی الفتح (جلد ا صفحہ ۴۶۲) مگر اس خلق عظیم کا اسپر ایسا اثر پڑا کہ آزاد ہونے کے بعد خود واپس آگیا کہ مسجد کے ستون کی جگہ اب دین حق کے ایمان و اعتقاد کی زنجیرون سے ہمیشہ کے لیے وابستہ کر دیا جاے! امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ مین ایک خاص باب اس عنوان ترجمہ سے درج کیا ہے "الاغتسال اذا اسلم، وربط الاسیر فی المسجد وکان الشریح یامر الغریم ان یحبس الی ساریۃ المسجد" اور اس کے نیچے اسی واقعہ سے بروایۃ حضرۃ ابوہریرۃ استدلال کرتے ہین "بعث النبی صلعم خیلا قبل النجد فجائت برجل من بنی حنیفہ یقال لہ ثمامہ بن آثال فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد" الخ، پس اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک کو مسجد مین داخل کرنا جائز ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ثمامہ کو تین دن تک مسجد مین کیون اسیر رکھا جاتا؟ خود آنحضرۃ صلعم اسکی اسیری کو دوسری جگہ منتقل فرما دیتے، چنانچہ امام بخاری نے جواز دخول مشرک پر اسی واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ اور یہ اس فقیہ الامۃ کے کمال دقتہ نظر و استنباط اور منتہا مرتبۂ اجتہاد و فقاہۃ فی الدین سے کے

شواہد مین سے ہے، کتاب الصلوٰۃ مین ایک خاص باب اس عنوان سے قائم کیا ہے "دخول المشرک فی المسجد" یعنی مشرک کا مسجد مین داخل ہونا، اور اس مین اسی واقعہ سے استدلال کیا ہے اور معلوم ہے کہ فقہ بخاری کے تراجم ابواب مین ہے۔

(۹)

چنانچہ انہی ادلہ سنۃ کی بنا پر ائمہ مجتہدین و فقہاء امصار اس طرف گئے ہین کہ غیر مسلمون کا مسجد مین داخل ہونا مسلمانون کے اذن سے جائز ہے، اور علی الخصوص حضرۃ امام ابو حنیفہ رح کا مذہب تو اس بارے مین متعلمین ہدایہ تک کو معلوم ہے، انکے نزدیک مُطلقاً بلا قید و استثناء جائز ہے، اذن کی بھی شرط نہین، اشباہ والنظائر مین ہے "ولا یمنع من دخول المسجد جنباً بخلاف المسلم ولا یتوقف جواز دخوله علی اذن مسلم عندنا ولو کان المسجد الحرام" (الی ان قال) "ولنا ما روی ان النبی صلعم انزل وفد ثقیف فی مسجده وهم کفار لان الخبث فی اعتقادهم فلا یؤدی الی تلویث المسجد" (کتاب الکراہیۃ: مسائل متفرقہ) یعنی ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ نہین اگر ذمی مسجد حرام مین داخل ہون، برخلاف امام شافعی کے جو عام مساجد مین دخول کو جائز قرار دیتے ہین، مگر مسجد حرام مین نہین، اور دلیل ہماری وفد ثقیف کا مسجد مین نزول ہے، حالانکہ وہ کفار تھے، اور اس لیے کہ مشرک کا خبث اس کے اعتقاد کا خبث ہے، جسم کا نہین جس سے مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ ہو، قاضی زادہ اسکی شرح مین لکھتے ہین: "قال بعض المتاخرین ظاهره ان هذا دلیل آخر ولا وجه له لحق التعبیر حرف التعلیل لیکون اشارة الی دفع ان یقال کیف انزلهم فی مسجده وقد وصفهم الله بکونهم انجاسا؟ اقول لیس ذاک بشیٔ اذ لا شک فی صحة ان یکون هذا دلیلا آخر عقلیا لنا، فان الخبث اذا کان فی اعتقادهم لا یؤدی الی تلویث المسجد فلا یکون فی دخولهم المسجد بأس

(الی ان قال) کما حکی انه علیه السلام لما انزلهم فی مسجده وضرب لهم خیمة قال الصحابة قوم انجاس فقال علیه السلام لیس علی الارض من انجاسهم وانما انجاسهم علی انفسهم" (تکملہ فتح القدیر جلد ۸ میری - (۱۳) عبارت ہدایہ کا اشکال اور شارح کا جواب اور ادلۂ شافعیہ کی تحقیق آگے آئے گی، شارح نے نزول وفد ثقیف پر صحابہ کے اعتراض اور اس کے جواب والی روایت جن الفاظ مین نقل کی ہے گو وہ الفاظ نہین، مگر معنیً صحیح ہی اور اصلی روایات اوپر گذر چکین، نقل متن اور حفظ اسناد کا یہ وہ تساہل ہے جو جابجا خود صاحب ہدایہ نے کیا ہے اور متاخرین فقہاء حنفیہ مین عینی اور ابن ہمام کے سوا سب کرتے ہین۔

اسیطرح درمختار مین ہے "وجاز دخول الذمی مسجداً ولو جنبا"، (باب الکراہیۃ)

قاضی ابن رشد، ہدایہ مین لکھتے ہین "وجوزوا (الحنفیة) مُطلقا"، یعنی حنفیہ کے نزدیک مطلقاً ذمیون کا مسجد مین داخل ہونا جائز ہے (بدایۃ المجتہد شہر مین ہے اور مین مور آبادی مین یہ مضمون لکھ رہا ہون، اس لیے صفحہ کا حوالہ نہین دے سکتا۔ کتاب الکراہیۃ دوسری جلد مین ہوگا)

(۱۰)

باقی رہی آیۃ قرآنی کہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا تو اس کے متعلق چند امور غور طلب ہین:

اولاً یہ حکم خاص مسجد حرام (مکہ) کی نسبت ہے، یا تمام مساجد کے لیے؟ تو ائمہ اربعہ نے اتفاق کیا کہ خاص مسجد حرام کی نسبت ہے اور ظاہر آیۃ کا یہی منطوق ہے۔

ثانیاً نجاست کی تحقیق کہ نجاست سے یہان مراد ظاہری ہے، یا معنوی؟ تو تمام ائمہ اہل سنۃ کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نجاست سے مراد نجاست معنوی یعنی اعتقاد و شرک کی نجاست قلبی ہے نہ کہ نجاست جسمی۔ اور دلائل کتاب و سنۃ اسپر ناطق و شاہد، اور احتیاج بیان و تفصیل نہین۔

فذهب الجمهور من السلف والخلف ومنهم اهل المذاهب الاربعة الى ان الكافر ليس بنجس الذات، لان الله احل طعامهم، وثبت عن النبی صلعم فی ذلک من فعله وقوله وتقريره مایفيد عدم نجاسته ذواتهم، فاكل فی آنيتهم وشرب منها وتوضأ فيها، وانزلهم فی المسجد وغيرذلک من الادلة النقلية والعقلية -

ثالثاً فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ سے مقصود کیا ہے ؛ تو حنفیہ اس طرف گئے ہین کہ یہ نہی تکوینی ہے۔ تکلیفی نہین، وہ اسکو محمول کرتے ہین کفار کے ایسے قرب پر جو غلبۂ واستیلاء کے ساتھ ہو، یعنی آیندہ کفار کو مسجد حرام مین باذن جانے کا موقعہ نہ دیا جاے "قرب" کا لفظ منع استیلاء وتمکین کے لیے کمال مبالغہ ہے: "وانما نهوا عن الاقتراب للمبالغة فی المنع من دخول الحرم ونهی المشركين ان يقربوا راجع الى نهی المسلمين عن تمكينهم من ذلک"، (تفسیر ابوالسعود حنفی) اور ہدایہ مین ہے: "والآية محمولة على الحضور استيلاءً واستعلاءً"، (باب الكراهية) اور حاشیۂ عنایہ سعدی چلپی مین ہے: "ای على منهم ان يدخلوها مستولين وعلى اهل الاسلام مستعلين وايضاً النهی تكوينی لا تكليفی"، - اور شامی مین ہے: وحاصله انه خبر منفی فی صورة النهی" نتیجہ اس سے یہ نکلا کہ حنفیہ کے نزدیک مسلمانون کے لیے جائز نہین، کہ غیر مسلمون کو مسجد حرام مین غلبہ وتمکین کے ساتھ داخل ہونے دین لیکن اگر کسی خاص عارضی ضرورت سے کسی غیر مسلم کو آنے دیا جائے، مثلاً تعمیر عمارات یا تجارت یا غیر مسلم حکومتون کے غیر مسلم سفراء، تو جائز ہے، لیکن ائمہ ثلاثہ اور جمہور سلف وخلف امتہ اور تعامل مستمرۂ اہل اسلام اس مذہب کے خلاف ہے، اور عملاً اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ آیہ کریمہ فلا یقربوا المسجد الحرام الخ اپنے نص منع دخول مین عام ومطلق اور ظاہر وغیر ماؤل ہے۔ یعنی کسی حال مین بھی کوئی غیر مسلم مسجد حرام کے حدود مین داخل نہین ہو سکتا اور مسلمانون پر فرض ہے کہ وہ غیر مسلم کے قرب مکانی کو اگرچہ وہ عارضی اور بلا تمکن واستیلاء ہو، روکین اور

اور اس مقام، اور اس مقام کے ایسے اطراف وحوالی کو جہان کا داخلہ حرم کے داخلہ تک منجر ہو سکتا ہو ہمیشہ صرف اہل اسلام ہی کے لیے مخصوص ومحفوظ رکھین، حافظ نودی شرح مسلم مین لکھتے ہین، "فلا يجوز تمكين كافر من دخوله بحالٍ فان دخله فی خفية وجب اخراجه، فان مات ودُفن فيه ينبش واخرج مالم يتغير، هذا مذهب الشافعی وجماهير الفقهاء - وجوز ابو حنيفة دخولهم الحرم (مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۰ جلد ۲) یعنی کسی حال مین جائز نہین کہ غیر مسلم کو حدود حرم مین داخل ہونے دیا جائے اور اگر کوئی غیر مسلم خفیۃ چلا جائے تو اس کا اخراج واجب ہے اور اگر وہ مکہ مین مرجاے اور دفن بھی ہو جاے تو چاہیے کہ قبر کھود دی جاے اور لاش نکال دی جاے، اگر متغیر نہین ہوئی ہے۔ انتہیٰ، مؤید اس مذہب جمہور کی خود آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اور حضرۃ عمرؓ کا باتفاق واجماع جمیع صحابہ واضح وصریح عمل ہے، (کما سیاتی)، اور یہ کہنا کہ نہی تکوینی ہے تکلیفی نہین اس بارے مین بالکل غیر مفید ہے، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ نہی اقتراب مین کمال مبالغہ منع دخول کے لیے ہے، اور جب منع دخول مین مبالغہ ہوا تو ظاہر ہے کہ قرب کی ہر صورت وحالت اس نہی مین داخل ہوگی، اور جب خود شریعت نے اس بارے مین مبالغہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ عملاً کمال وشدۃ منع اور مبالغہ در منع اقتراب مطلوب شارع ہو عربی مین کہین گے "لا اَدْنِيَکَ هٰهنا" تو اس سے یہی سمجھا جائیگا کہ کسی حال مین بھی تم کو یہان ہم نہین دیکھ سکتے، اردو مین کہین گے "تم اس جگہ کے پاس بھی نہ پھٹکو" یعنی کسی حال مین بھی تمہارا یہان آنا ہمین گوارا نہین، اور اس مین شک نہین کہ جمہور ہی کا مذہب اس بارے مین حق وقوی ہے اور اسی لیے تیرہ سو برس سے تمام اہل اسلام قرناً بعد قرن اسی پر عمل کر رہے ہین عثمانی حکومت کا سرکاری مذہب حنفی ہے، مگر معلوم ہے کہ انھون نے بھی ایک دن کے لیے امام صاحب کے اس مذہب پر عمل نہین کیا، اور ان کے تمام دور حکومت مین کوئی مثال اسکی نہین ملسکتی کہ کسی غیر مسلم تاجر یا معمار وصناع یا طبیب وسفیر کو سخت ضرورت کے مواقع مین بھی حدود حرم کے

اندر جانے کا موقع دیا گیا ہو، بلکہ ایک سے زیادہ واقعات اس کے خلاف تاریخ عہد عثمانیہ مین موجود ہین،

اصل یہ ہے کہ دین حق کے قیام اور امۃ مسلمہ کے بقا کے لیے ضروری تھا جس طرح تعلیم و احکام کو ہمیشہ کے لیے اوراق و صحف مین محفوظ کر دیا گیا (یعنی کتاب و سنۃ بحکم "اوتیت الکتاب و مثلہ معہ") اسی طرح باعتبار مکان کے بھی ایک مرکزی مقام ہمیشہ کے لیے ایسا مقرر کر دیا جاتا جو صرف حق و پرستاران حق کے لیے مخصوص ہوتا، اور وہان کی فضا ہدایت کی پاکی شرک و فساد کی ناپاکی سے کبھی مکدر اور ملوث نہ ہوتی، اللہ تعالی نے ان بے شمار مصالح و حکم کی بنا پر (جو اپنے مقام پر معلوم و منضبط ہین) سرزمین حجاز کو اسی غرض سے منتخب فرمایا، اور یہی ناف زمین دنیا کی آخری و باقی ہدایت و سعادت کے لیے ایک مرکزی سرچشمہ و درسگاہ کی حیثیت سے قایم کی گئی، ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ پس ضرور تھا کہ اسکو صرف اسلام ہی کے لیے مخصوص کر دیا جاتا، تاکہ کرۂ ارضی کے سخت سے سخت عہد فساد مین بھی ایک مرکز و منبع ہدایت ہمیشہ قایم و محفوظ رہے، درخت کی جڑ اگر سلامت ہے تو ٹہنیون اور پتون کے مرجھا جانے سے باغ ویران نہین ہو جا سکتا، یہی معنی ہین اس آیہ کریمہ کے کہ وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا اور جَعَلَ اللّٰهُ الۡکَعۡبَۃَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ اور وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ اور چونکہ یہ مقصد حاصل نہین ہو سکتا تھا جب تک اس مین کمال مبالغہ و اہتمام نہ کیا جاے کیونکہ طبائع انسانی تساہل پذیر و حیلہ جو، اس لیے ناگزیر ہوا کہ نہ صرف غیر مسلمون کے قبضہ و تمکین کو بلکہ سرے سے انکے قرب و وجود ہی کو ہمیشہ کے لیے روک دیا جاے کیونکہ اگر آمد و رفت کا دروازہ کھلا رہے گا تو خصوصیت اسلام و اہل اسلام کی اہمیت باقی نہ رہے گی، طبیعتین اسکی متحمل اور خوگر ہو جائین گی کہ غیر مسلمون کو بھی حرم مین مسلمانون کی طرح موجود دیکھین، اور ایسا ہوا تو کل کو قبضہ و استیلا کا دروازہ بھی کھل جائے گا اور طبیعتین اسکو بھی گوارا کر لین گی،

اور معلوم ہو کہ منجملہ مہمات اصول شریعت کے ایک اصل عظیم یہ ہے کہ شریعت صرف مفاسد ہی کو نہین

روکنا چاہتی بلکہ ذرائع مفاسد کو بھی روک دیتی ہے، بلکہ بسا اوقات جو اہتمام و اشتداد اصل مفاسد کے دفع و منع مین نظر آتا ہے، ویسا ہی اہتمام وسائل و ذرائع کے سد باب مین بھی ملحوظ رہتا ہے، شریعت کے تمام احکام اور شارع کے تمام اعمال مین اس کے اشباہ و نظائر بکثرت موجود ہین، اور یہ منجملہ خصائص دین آخری کے ہے کہ صرف برائیون ہی کو نہین روکا بلکہ ان راہون کو بھی بند کر دیا جو برائیون تک پہنچا سکتی تھین، پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ منع دخول غیر مسلم باتمکین و استیلاء فقہا کی اصطلاح مین لذاتہ نہین ہے بلکہ لغیرہ ہے، لیکن اس کے ممنوع ہونے مین کوئی شک نہین۔

غرضکہ اس بارے مین حنفیہ کا مذہب نہایت ضعیف ہے اور قوی و منتقی بہ وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ و جمہور کا مذہب ہے کہ مسجد حرام مین غیر مسلم کو داخل ہونے دینا کسی حال اور کسی شکل مین بھی جائز نہین اور اسی پر تیرہ سو برس سے مسلمانون کا عمل ہے، گذشتہ ازان ظاہر نص بھی مطلقاً منع پر ناطق ہے، اور اصول مین طے پا چکا ہے کہ منطوق مفہوم پر مقدم ہے۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ نص سنۃ اور عمل صحابہ سے بھی اسی مذہب کی تائید ہوتی ہے، آنحضرۃ صلعم کی زبان مبارک سے مرض الموت مین آخری وصیت جو نکلی وہ یہ تھی "اخرجوا الیہود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب" (صحیحین عن ابن عباس و عائشہ و ابی ہریرہ رض) اور "آخر ما تکلم بہ النبی صلعم لا یترک فی جزیرۃ العرب دینان" و فی لفظ "لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب" اور اسی وصیت کی تعمیل مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور یمن کے یہود و نصاری کو عرب سے خارج کر دیا اور بلاد شام و سواد عراق مین آباد کرایا، حافظ عسقلانی نے فتح الباری مین ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرۃ عمر کے اجلا کردہ اہل کتاب کی تعداد تقریباً چالیس ہزار تھی اور یمن کی نسبت لکھا ہے کہ "ہم اہل نجران" اور یہ جو کچھ کیا تمام صحابہ کے مشورہ و اتفاق سے، اور اس سے صحابہ کا اجماع صحیح و کامل معنون مین ثابت ہو گیا۔ باقی رہا یہ اعتراض

کہ حضرۃ ابوبکر نے اپنے عہد خلافت مین اور حضرۃ عمر نے اہل خیبر کی شرارتون اور واقعۂ عبداللہ بن عمر سے پہلے ایسا کیون نہین کیا؟ تو معلوم ہے کہ تعمیل وصیت کے لیے ضرور تھا کہ تنفیذ وصیت پر تمکین حاصل ہو۔ حضرت ابوبکر کو اہل ردت کے قتال وغیرہ مہمات نے مہلت نہ دی، اور حضرۃ عمر خلیفہ ہوتے ہی ایران وعراق اور شام کے مہمات عسکریہ مین مشغول ہوگئے۔ جب یہود خیبر کی شرارتون نے خود مناسب موقعہ پیدا کردیا، تو یہ معاملہ انجام پایا، اور جس طرح مہمات احکام وشرائع شارعؑ کے عہد مین بتدریج تکمیل کو پہنچے نہ کہ بغتۃً ودفعۃً واحدہ، اسی طرح ضروری تھا کہ مہمات ملکی واحکام متعلق تدابیر سیاسی شارع کے بعد عہد خلفاء راشدین مین بتدریج تکمیل کو پہنچین۔ لیکن اُسکے بعد کسی کے لیے گنجایش نہین ہے کہ محض راے وتخمین کی بناپر نص صریح کا مقابلہ کرے، اور ظنی تعلیلات شخصیہ غیر مویدبالنص سے نص قرانی اور وصیۃ نبوی کو رد کردے، مولانا شبلی مرحوم نے الفاروق مین واقعۂ اجلاء اہل کتاب کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہود خیبر اور نصاریٰ یمن بغاوت کی تیاریان کرتے تھے اسلیے مجبور ہوکر حضرۃ عمر نے نکال دیا، مولانا مرحوم کو اس توجیہ کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ وہ حضرۃ عمر کے اعمال کو یورپ کے ادعائی مذاق کے مطابق دکھلانا چاہتے تھے، اور چونکہ "لایترک فی جزیرۃ العرب دینان" کا معاملہ انکے خیال مین آجکل کی تہذیب وروشن خیالی کے خلاف تھا اور اسکی کوئی عقلی مصلحت وحکمت پیش نظر نہ تھی، اس لیے ناچار یہود خیبر کی شرارت اور واقعۂ ابن عمر مندرجۂ بخاری کتاب الشروط سے متشبث ہوے اور تعمیل وصیۃ نبوی کے معاملہ کو محض دفع بغاوت کا ایک سیاسی وعارضی واقعہ بنادیا، جیسے واقعات یورپ کی نام نہاد متمدن حکومتون مین غیر مذہب رعایا کے ساتھ ہمیشہ پیش آتے رہتے ہین، حالانکہ یہود خیبر کی شرارت اور حضرت عبداللہ کو گرادینا، ایک ایسا واقعہ تھا جو اس معاملے کی تنفیذ وتکمیل کے لیے محرک ہوا، لیکن اصلی علت یہ نہین ہوسکتی۔ بالفرض اگر تمام یہود خیبر بغاوت کے لیے آمادہ بھی ہوگئے تھے، تو ان

جلاوطن کردینا کب مقتضاء عدل فاروقی ہوسکتا ہے؟ کیا حضرۃ عمر کی وہ حکومت جس نے تخت کسرے کو ہمیشہ کے لیے الٹ دیا اور مصر کی رومانی حکومت کا چند ہفتون کے اندر خاتمہ کردیا، یہود خیبر کی سیاست وتنبیہ سے عاجز تھی؟ بہرحال حضرۃ عمر نے باتفاق جمیع صحابہ جو کچھ کیا وہ دراصل اسی وصیت نبوی کی تعمیل تھی کہ "اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب"، اور جن لوگون نے حسن وقبح اشیاء کا معیار یورپ کی نام نہاد تہذیب وتمدن کو قرار نہین دیا ہے، بلکہ حقیقت اور عقل صحیح وقیاس صالح کو، تو انکو اس توجیہ وتلمیع کی کوئی ضرورت نہین، سورۂ براۃ کی تفسیر مین اس مسئلہ کو بہ تفصیل لکھ چکا ہون، اور اس کے مطالعہ سے واضح ہوجائیگا، کہ یہ حکم شریعت مقتضاء عدل وانصاف کے عین مطابق ہے اور کسی تاویل رائی وقیاسی کی اس کے لیے ضرورت نہین، خواہ وہ فلسفۂ تاریخ کے نام سے پیش کی جاے، خواہ فلسفیانہ وعجمی فقاہت کے نام سے۔

کیا تیرہ سو برس کا تجربہ، اور صدیون کے وقوعی نتائج وحوادث اس حکم قرانی اور وصیۃ نبوی کی تفسیر کے لیے کافی نہین؟ کیا یہ حقیقت نہین ہے کہ بے شمار مقامات بلکہ بڑے بڑے براعظمون اور اقلیمون پر غیرون کے قبضہ کی بنیاد استیلاء وتسلط سے نہین بلکہ محض قیام وقرب اور آمد ورفت سے پڑی؟ پہلے دروازہ کھلا، قیام وسیاحت کا، پھر تجارت کا، اور اسکے بعد رفتہ رفتہ تاجرون یا حون پیشہ ورون، محکومانہ وتسوطنون نے حاکم وقاہر کی صورت اختیار کرلی، مصر مین پیشہ وصناعۃ کے نام سے تقریب ہوئی، ہندوستان مین تجارت کے وسیلہ سے۔ اور جواز دخول حرم کی جو صورتین حنفیہ کی جانب سے بیان کی جاسکتی ہین وہ بہتر سے بہتر اور محدود سے محدود شکل مین یہی ہوسکتی ہین پھر اگر فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کے یہی معنی قرار دیے جائین کہ صرف قرب بحالت استیلاء وتمکین ممنوع ہے۔ نفس قرب وتقریر ممنوع نہین۔ تو اس کے معنی بجز اسکے اور کیا ہوسکتے ہین کہ حرم پر غیر مسلمون کا قبضہ وتسلط تو ممنوع ہے۔ مگر قبضہ وتسلط کا دروازہ کھولنا ممنوع نہین، پھر کیا ایسا اجتہاد

تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ والامام لیس بمعصوم حتی تاول له الشریعة ونترك نصوص الکتاب والسنة، ولم یاذن الله ولا رسوله لاحد بهذه النصرة وما امرنا باتباع مذهب من المذاهب ورای من آراء الرجال وارتکاب التحملات لتصحیحه ورضی الله عن مالك ابن انس حیث یقول ما من احد الا یوخذ من قوله ویترك الا صاحب هذا القبر صلی الله علیه وسلم،

باقی رہا یہ کہنا کہ آیہ سیف مقید ہے آیہ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ، سے اور اس بارہ مین قاضی ابویوسف رح کا مذہب، اور حدیث صحیحین اخرجوا الیهود والنصاری الخ کے مقابلے مین حدیث ابوعبیدہ بن الجراح سے استشہاد، اور نص کے مقابلے مین اخراج کی علت ومصلحت خود قرار دینا اور اس کو امام کی راے پر مفوض کرنا، اور روایت بریدہ اسلمی کہ "فان ابوا فسلهم الجزیة فان اجابوك فاقبل منهم" اور اس سے استدلال تقریر کفر در حجاز پر بصورت ادا جزیہ وغیر ذلک، تو ان مین سے کوئی دلیل بھی ایسی نہین ہو جو نصوص صریحہ کتاب وسنت کے معارض ہوسکے، روایت ابوعبیدہ خود بغایت مضطرب ولایق احتجاج نہین، اور آخر تکلم آنحضرۃ "اخرجوا الیهود والنصاری" ہے جو نسخ جمیع ماسبق کے لیے قاطع وصریح، اور نص کے مقابلہ مین کوئی قیاس مسموع نہین، اور خود ائمہ وفقہا نے اجماع کیا بطلان تعلیل بمصالح پر اس لیے کہ تعلیل بمصالح مقبول نہین، تاوقتیکہ منضبط نہو، اور معلوم ہے کہ حکم ومصالح غیر منضبط اور اس طرح کی اکثر تعلیلات خیالیہ ورائیہ "اعجاب کل ذی رائی برایه" سے زیادہ وزن نہین رکھتین، پس حاجت اطناب نہین اور اپنے مقام پر یہ بحث صاف ہوچکا ہے۔ علی الخصوص تفسیر البیان مین،

(۱۱)

اسی بنا پر حضرۃ امام شافعی نے اس بارہ مین مذہب تفصیل اختیار کیا، یعنی غیر مسلمون کا

عام مساجد مین داخل ہونا اذن اہل اسلام سے جائز ہے، مگر مسجد حرام مین نہین، وہ مستثنےٰ ہے، خلافاً للحنفیه، چنانچہ حافظ نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین "اما قوله تعالی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ فهو خاص بالحرم ونحن نقول لا یجوز ادخاله الحرم (صفحہ ۴۳۹ مطبوعہ دہلی،)

اور دلائل انکے وہی ہین جو اوپر گذر چکے، لیکن صاحب ہدایہ نے اس موقعہ پر سخت تسامح کیا ہے اور اسی وجہ سے انکی عبارت مین اشکال پیدا ہوگیا جسکو قاضی زادہ نے دور کرنا چاہا، وہ لکھتے ہین "ولان الکافر لا یخلو عن جنابة لانه لا یغتسل اغتسالا یخرجه عنها والجنب یجنب المسجد" یعنی امام شافعی کی دلیل منع دخول کے لیے یہ ہے کہ کافر ناپاک ہو، کیونکہ وہ بوجہ غسل معتبر فی الشرع نکرنے کے کبھی جنابت سے خالی نہین ہوتا، پھر اس دلیل کا جواب دیتے ہین "والتعلیل بالنجاسة عام فینتظم المساجد کلها"، اور "ولان الخبث فی اعتقادهم فلا یؤدی الی تلویث المسجد" یعنی اگر کافر ناپاک ہے اور اس لیے اس کا داخل ہونا جائز نہین تو اس مین مسجد حرام کی کیا خصوصیت ہے؟ تمام مسجدون مین ممنوع ہونا چاہیے، حالانکہ خود امام شافعی اس کے قایل نہین، اور معلوم ہے کہ کفار کی اصلی نجاست اعتقاد کی نجاست ہے نہ کہ جسم کی، انتہیٰ، حالانکہ نہ تو امام شافعی کی یہ دلیل ہو اور نہ تعلیل بالنجاسة سے انکا یہ مطلب ہے جو صاحب ہدایہ نے قرار دیا ہے۔ خود ہی انکی جانب سے ایک دلیل قیاساً قرار دے لی ہے، پھر خود انکار کردیا ہے، اور خلافیات مین اسطرح کے تسامحات صاحب ہدایہ سے اور مقامات پر بھی ہوے ہین، جیسے جواز نکاح متعہ کو حضرۃ امام مالک کی طرف منسوب کردینا وغیر ذلک، یہ کتاب الام اور شرح مہذب اور شرح مسلم نووی موجود ہے اور متقدمین و متاخرین شافعیہ کی ان سے زیادہ معتبر اور کون سی کتابین ہوسکتی ہین؟ امام شافعی کا استدلال صرف نص قرآنی فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے ہے جس نے خود ہی مسجد حرام کو خاص طور پر مخصوص ومستثنےٰ کردیا، تمام مسجدون کے لیے ایسا حکم نہین دیا، اور اس ایک قاطع وناطق دلیل ظاہر کے

بعد اور کسی دلیل کی انکو ضرورت ہی کیا تھی؟ بلاشبہ وہ منع دخول کی علت نجاست کو قرار دیتے ہین، مگر اپنے قیاس ورائے سے نہین، بلکہ اس لیے کہ خود قرآن ہی نے یہ تعلیل کردی ہے، "اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" "اِنَّمَا" اور اس کے بعد حرف "فا" کا آنا اپنی دلالۃ مین ظاہر وناطق ہے۔ مگر وہ نجاست سے نجاست جسمی مراد نہین لیتے، اگر ایسا ہوتا تو اُنکے مذہب مین کفار کی ملامسۃ اور مواکلۃ اور مشاربۃ جائز نہ ہوتی، جیسا کہ امامیہ اور بعض ظاہریہ کے مذہب مین ہے، اور معلوم ہے کہ ایسا نہین ہے۔ پس وہ نجاست سے نجاست معنوی مراد لیتے ہین جو عام مسجدون اور مکانون کو تو ناپاک نہین کرسکتی۔ لیکن مسجد حرام کا مرکز وکعبۂ ہدایت اور دارالتوحید اُنکے قرب ومس کا متحمل نہین، وہ اپنی فضا کو اس نجاست معنوی کی آمیزش سے ہمیشہ پاک اور بے میل رکھنا چاہتا ہے، کہ تمام کرۂ ارضی مین کوئی ایک مرکزی مقام تو ہمیشہ توحید وہدایت کے لیے محفوظ ومخصوص رہے، پس امام شافعی نے اگر اس بارہ مین حنیفہ کے عموم واطلاق کی جگہ مذہب تفصیل اختیار کیا اور عام مسجد مین دخول کی اجازت دیتے ہوے مسجد حرام کو مستثنےٰ کردیا، تو یہ مذہب نصوصِ کتاب وسنۃ اور قیاس صحیح وحکمت شرعی کے عین مطابق ہے، اور اُن کے رد مین یہ کہنا کہ "والتعلیل بالنجاسۃ عام" اور "ولان الخبث فی اعتقادھم فلا یؤدی الی تلویث المسجد" بالکل بے کار بلکہ بے معنی ہے، قرآن نے جو تعلیل نجاست کی کی ہے، وہ عام نہین ہے۔ مسجد حرام کے لیے خاص ہے۔ اور خبث اعتقاد عام مساجد کو ملوث نہین کرسکتا، البتہ مسجد حرام کی خالص اور بے مزج کفر پاکی کو ملوث کردے گا۔

تاخیر: رسالہ کی تاخیر غیر معمولی وجوہ سے پیش آئی، انشاء اللہ آیندہ پرچہ وقت پر نکلے گا۔

"منیجر"

اسلام مین مختلف فرقون کی نشوونما

اور

اسکے علل واسباب

(۲)

از مولانا عبد السلام ندوی

فرقۂ باطنیہ کی تولید کا اصلی سبب

اوپر سلسلۂ کلام اس حد تک پہنچکر منقطع ہوگیا تھا کہ جب کوئی جدید قوم، کسی جدید مذہب کو قبول کرتی ہے، تو الف وعادت کی بنا پر مدتون اُسکو اپنے قدیم عقاید، اپنے قدیم اعمال، اپنے قدیم علوم وفنون، غرض اپنی پوری گذشتہ تاریخ یاد رہتی ہے، اور وہ اس جدید مذہب کو کھینچ تان کر اپنے قدیم مذہب کی طرف لیجانا چاہتی ہے،

ایرانی قوم دنیا مین سب سے بڑے تمدن، سب سے بڑے مذہب، اور سب سے بڑی سلطنت کی مالک تھی، اسلیے جب وہ تباہ وبرباد ہوکر اسلام مین داخل ہوئی تو اُسکو یہ خواب ہمہ وقت نظر آنے لگا، لیکن اُسکے لئے صرف یہی کافی نہ تھا کہ مذہب اسلام مین اپنے قدیم مذہب کی چند باتین شامل کرکے اپنی تسکین خاطر کا سامان کرلے بلکہ اُس نے سرے سے اسلام کے نظام کو اُلٹنا اور از سر نو مجوسی مذہب کو زندہ کرنا چاہا، چنانچہ اُس نے اسکے لئے مامون اور معتصم کے زمانہ کو جو عجمیت فلسفہ اور عقل کی گرم بازاری کا زمانہ تھا نہایت ہی موزون پایا اور علانیہ کھل کھیلی چنانچہ استاد ابو منصور بغدادی نے کتاب الفرق بین الفرق مین متعدد مواقع پر اسکی تصریح کی ہے،

"اس فرقہ نے مختلف طریقون سے احکام شریعت کی ایسی تاویلین کین جسکا نتیجہ رفع شریعت ہو

یا وہ احکام مجوس کے مشابہ ہوجائے[1]،

اصحاب تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جنلوگون نے مذہب باطنیہ کی بنیاد رکھی وہ مجوس کی اولاد تھے
اور اپنے اسلاف کے مذہب کی طرف مائل تھے، لیکن مسلمانون کی تلوار کے خوف سے اسکے
اظہار کی جرات نہین کر سکتے تھے، اسلئے انھون نے ایک ایسی بنیاد قائم کی کہ جو اسکو قبول کر لیتا تھا
وہ باطنی طور پر مجوسیت کی طرف مائل ہوجاتا تھا[2]۔

متکلمین کا اختلاف ہے کہ فرقہ باطنیہ نے اپنی بدعات کی جو دعوت دی اس سے انکا
مقصد کیا تھا؟ تو اکثر لوگ اس طرف گئے ہین کہ ان تاویلات سے جو وہ کتاب و سنت کی
کرتے تھے، انکا مقصد دین مجوس کی دعوت دینا تھا[3]۔

مخفی دعوت کے علاوہ انھون نے نہایت خداعانہ طریقون سے اسلام مین مجوسیت کی آمیزش
کی، مجوسی آتش پرستی کرتے ہین، اسلئے انھون نے چاہا کہ اس شرارے کا جلوہ مسلمانون کی مسجدون
مین بھی نظر آئے، اس غرض سے انھون نے مسلمانون کو ترغیب دی کہ مساجد مین انگیٹھیان رکھی جائین
اور انہین عود وغیرہ سلگایا جائے، اسی غرض سے برامکہ نے ہارون رشید کو ترغیب دی تھی کہ کعبہ مین بھی اس
قسم کی انگیٹھیان رکھی جائین لیکن اس نے دور اندیشی سے معلوم کر لیا کہ اس سے درپردہ اگ کی پرستش
کرانا اور خانہ کعبہ کو آتشکدہ بنانا مقصود ہے، چنانچہ جن اسباب کی بنا پر ہارون رشید نے اس خاندان کو
تباہ کیا ان مین ایک سبب یہ بھی تھا[4]،

لیکن اس مذہبی طاقت کے زندہ کرنے سے باطنیہ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ایرانیون کی ملکی طاقت دوبارہ
زندہ ہوجائے، چنانچہ استاذ ابو منصور بغدادی لکھتے ہین،

انا لا نجد علے ظہر الارض مجوسیا الا وھو — ہم زمین پر کسی ایسے مجوسی کو نہین پاتے جو ملک پر

[1] کتاب مذکور صفحہ ۲۰، [2] کتاب مذکور صفحہ ۲۶۹ [3] ایضاً صفحہ ۲۷۷، [4] کتاب الفرق بین الفرق صفحہ ۲۷۰،

موادلھم منتظر لظھورھم علی الدیار — مجوسیون کے غلبہ کا منتظر ہو، وہ لوگ سمجھتے ہین کہ
یظنون ان الملک یعود الیھم بذلک[1] — سلطنت اسی طریقہ سے انکو واپس ملیگی،

یہی وجہ ہے کہ ان لوگون نے متعدد بار خلفاء و سلاطین پر قاتلانہ حملے کئے اور اسلام کی فوجی طاقت کو
انکی مقاومت و استیصال مین حصہ لینا پڑا۔

معتزلہ

معتزلہ[1] کے اصولی عقاید مین دو عقیدے نہایت اہم ہین۔

(۱) قدر، یعنی یہ کہ بندہ اپنے تمام افعال کا خالق اور ذمہ دار ہے، خدا حکیم ہے، عادل ہے، اسلئے
اسکی طرف شر و ظلم کا انتساب نہین کیا جا سکتا، معتزلہ کو اصحاب عدل اسی اصول کی بنا پہ کہتے ہین،

(۲) نفی صفات باری، یعنی یہ کہ خدا قدیم ہے، اور قدم اسکے مخصوص اوصاف مین ہے، جو دوسرے
مین نہین پایا جا سکتا، اس بنا پر وہ خدا کے تمام صفات قدیمہ کا انکار کرتے ہین، اور کہتے ہین کہ وہ
بذات خود عالم ہے، قادر ہے، زندہ ہے، اور علم، قدرت اور حیات کا جو اسکی ذات کے ساتھ قائم
ہون، محتاج نہین، کیونکہ اگر یہ اوصاف قدیمہ پائے جائین تو قدم مین خدا کی شریک ہونگے، اور اس سے
تعدد قدما، یا تعدد الٰہ لازم آئیگا، اسی اصول کی بنا پر معتزلہ کو اہل توحید کہتے ہین،

ان عقاید مین پہلے عقیدہ کی ابتدا، پالٹیکس سے ہوئی، بنوامیہ کے زمانہ مین چونکہ سفاکی کا
بازار گرم رہتا تھا اسلئے طبیعتون مین شورش پیدا ہوئی، لیکن جب شکایت کا لفظ کسیکی زبان پر آتا تھا
تو طرفداران حکومت اسکو یہ کہکر چپ کر دیتے تھے، کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے، ہمکو اہمین
چون و چرا نہین کرنا چاہیئے (آمنا بالقدر خیرہ وشرہ) لیکن جو لوگ آزاد، دلیر، اور راست گو تھے
وہ خاموش نہ رہ سکے، چنانچہ معبد جہنی نے جس نے صحابہ کا زمانہ پایا تھا اور امام حسن بصری کے حلقہ درس مین
شریک ہوا کرتا تھا، ایکدن ان سے عرض کی کہ بنوامیہ کی طرف سے قضا و قدر کا جو عذر پیش کیا جاتا ہے

[1] معتزلہ کے مختلف فرقے اگرچہ مختلف نام سے موسوم ہین لیکن ہم نے سب کو معتزلہ ہی کے لقب سے یاد کیا ہے،

وہ کہاں تک صحیح ہے؟" امام صاحب نے کہا کہ "یہ خدا کے دشمن جھوٹے ہیں" وہ پہلے سے بنو امیہ کے جور و ظلم پر طیش سے بھرا ہوا تھا، اب علانیہ بغاوت کی اور جان سے مارا گیا، اسکے بعد غیلان دمشقی نے اس خیال کو ترقی دی، اور ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں بغاوت انگیزی کے جرم میں جان سے مارا گیا[1]

اسی زمانہ میں جہم بن صفوان پیدا ہوا اور وہ بھی امر بالمعروف کے جرم میں قتل ہوا۔[2]

معبد اور غیلان کے بعد اس اصول کو سب سے زیادہ واصل بن عطاء نے مستحکم کیا، چنانچہ علامہ شہرستانی ملل ونحل میں لکھتے ہیں۔

وقرر واصل ابن عطاء ھذہ القاعدۃ	اور واصل بن عطاء نے اس قاعدہ کو قاعدۂ صفات سے
اکثر ما کان یقرر قاعدۃ الصفات[3]	زیادہ ثابت کیا۔

احادیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں کہ خیر و شر جو کچھ ہے خدا کی طرف سے ہے، واصل نے اُسکے یہ معنی لئے کہ مرض، شفا، موت، حیات، اور رنج و غم وغیرہ خدا کی طرف سے ہیں، یہ نہیں کہ بندے جور و ظلم، فسق و فجور، نیکی، بدی جو کچھ کرتے ہیں وہ سب خدا کی طرف سے ہے، علامہ شہرستانی نے لکھا ہے کہ "میں نے ایک خط دیکھا ہے جو حسن بصری کی طرف منسوب ہے، اور عبدالملک بن مروان کے نام لکھا گیا ہے، اسمیں قرآن مجید کی آیات، اور عقلی دلائل سے اس اصول کو ثابت کیا گیا ہے، لیکن غالباً یہ خط واصل کا لکھا ہوا ہوگا کہ حسن بصری سلف کے اس مذہب کی کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہے کیونکر مخالفت کرسکتے تھے"[4]؛ لیکن ہم نے اوپر حسن بصری کا جو قول نقل کیا ہے، اس سے علامہ شہرستانی کے اس حسن ظن کی غلطی ثابت ہوتی ہے بلکہ ظن غالب تو یہ ہے کہ واصل نے اس مسئلہ کو حسن بصری ہی کے حلقۂ درس میں سیکھا ہوگا، بہرحال اس مسئلہ بلکہ اس فرقہ کی ابتدا پالیٹکس سے ہوئی تھی، اور اس نے آگے چل کر پولیٹکل نتائج بھی پیدا کئے، چنانچہ خود خاندان بنو امیہ میں یزید بن الولید نے یہ مذہب اختیار کر لیا

[1] شرح ملل ونحل بحوالہ علم الکلام، [2] تاریخ مصر از مقریزی جلد دوم صفحہ ۳۵۶، [3] ملل ونحل صفحہ ۵۸، [4] ایضاً صفحہ ۵۹۔

اور جب ولید تخت نشین ہوا، اور تخت نشینی کے بعد علانیہ میخواری اور عیاشی شروع کی تو یہ رنگ دیکھکر یزید نے امر بالمعروف کے دعوی سے علم بغاوت بلند کیا اور ہزاروں معتزلہ اُسکے ساتھ ہوگئے[5] غالباً ولید نے اسی مصلحت سے یہ مذہب اختیار کیا ہوگا۔

دوسرا اصول واصل کے زمانہ تک بالکل صاف و سادہ تھا، وہ صرف یہ کہتا تھا کہ دو خدا کا وجود محال ہے، اور جو لوگ صفات قدیمہ کا اثبات کرتے ہیں وہ تعدد خدا کا اثبات کرتے ہیں لیکن بعد میں اس مسئلہ کو اسکے اصحاب نے فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ترقی دی[6]، علامہ ابن صاعد اندلسی نے طبقات الامم میں لکھا ہے کہ حکما میں سب سے پہلے بندقلیس نے صفات الہی کا انکار کیا، اور ابو الہذیل علاف نے اسی مذہب کی تقلید کی،[7]

اگرچہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس مسئلہ کے پیدا ہونے کا اصلی محرک کیا تھا؟ تاہم خلفائے بنو عباسیہ نے اس سے پولیٹکل فوائد حاصل کئے، اسلام میں سب سے پہلے ایک یہودی الاصل شخص نے جسکا نام عبداللہ بن سبا تھا یہ دعوی کیا کہ حضرت علی خدا ہیں اور اسی سے غلاۃ کے تمام فرقے پیدا ہوئے[8]، اس غلو نے ترقی کرکے حلول کا عقیدہ قائم کیا، اور اس عقیدہ کی بنا پر سیکڑوں مدعیان الوہیت پیدا ہوگئے، جو اپنے آپ کو امام کہتے تھے، اور عرش نشینی کے ساتھ تخت نشینی کی بھی خواہش رکھتے تھے، قائلین حلول کے متعدد فرقے تھے، لیکن سب کا مقصد توحید کے عقیدہ کا باطل کرنا تھا[9]، اس بنا پر یہ مسئلہ امامت و توحید دونوں حیثیتوں سے نہایت اہم مذہبی سیاسی نتائج پیدا کرتا تھا، لیکن اگر سرے سے صفات الٰہی کا انکار کردیا جائے تو یہ عقیدہ دفعۃً متزلزل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں ذات الٰہی ایک بیچون و چرا ہستی رہجاتی ہے، اور اسمیں کوئی وصف ایسا نہیں پایا جاتا جو دوسرے کی ذات میں حلول کرے، غالباً توحید کے اثبات اور ائمہ کی الوہیت کے ابطال کے لئے معتزلہ نے اس مسئلہ کو ایجاد کیا ہوگا۔

[5] مروج الذہب مسعودی بحوالہ علم الکلام [6] ملل ونحل صفحہ ۵۸، [7] کتاب مذکور صفحہ ۲۲، [8] ملل ونحل صفحہ ۱۱ [9] کتاب الفرق بین الفرق

بہرحال اسکی ایجاد کا سبب جو کچھ بھی ہو، لیکن دنیا کی تمام بڑی طاقتون نے اس مسئلہ کا خیر مقدم کیا، فلسفہ نے اسکی تائید کی، اور خلفاے بنو عباسیہ اس بنا پر کہ (اس سے مدعیان امامت کا دعوی الوہیت باطل ہوتا ہے) اسکی حمایت کے لئے کھڑے ہوگئے۔[1]

اہل سنت والجماعت نے بھی اعتزال کو اس بنا پر قبول کرلیا کہ

ان ذلک اقرب الی المعقول وابعد من التشبیہ والحلول[1] یہ مذہب عقل سے قریب اور تشبیہ وحلول سے بعید تھا

لیکن ان مسائل کے علاوہ عام طور پر معتزلہ کے خیالات فلسفہ سے متاثر ہین چنانچہ علامہ شہرستانی نے متعدد مسائل کے متعلق تصریح کردی ہے کہ وہ فلسفہ سے ماخوذ ہین، نظام جو معتزلہ مین نہایت ممتاز شخص گذرا ہے اسکے عقاید ومسائل فلسفہ کے علاوہ دوسرے مذاہب سے بھی ماخوذ ہین، چنانچہ استاذ ابو منصور بغدادی کتاب الفرق بین الفرق مین لکھتے ہین۔

نظام نے اپنے زمانہ شباب مین ایک مجوسی قوم کی صحبت اٹھائی تھی اور ایک سمینہ قوم سے میل جول پیدا کیا تھا، جو تناسخ کے قائل ہین، بڑھاپے مین ملاحدہ فلاسفہ کی ایک جماعت سے ارتباط پیدا کیا اور اسکے بعد ہشام بن حکم رافضی سے تعلقات پیدا کئے، اور اس سے اور ملاحدہ فلاسفہ سے ابطال جزء الذی لایتجزی کا مسئلہ لیا، پھر اس پر مسئلہ طفرہ کی بنیاد ڈالی، جسکی طرف اس سے پہلے کسیکا وہم وگمان بھی نہین گیا تھا، اس نے مجوسیون سے یہ مسئلہ لیا کہ عدل کا کرنیوالا ظلم اور جھوٹ پر قادر ہی نہین ہوسکتا، اور اس نے ہشام سے یہ مسئلہ بھی لیا کہ رنگ، الذت، بو اور آواز اجسام ہین، اور اس بدعت پر مسئلہ تداخل اجسام کی بنیاد ڈالی، اور مجوسیون کے مذہب، فلاسفہ اور ملاحدہ کے شبہات کو اسلام مین داخل کیا، اور ابطال نبوات کے متعلق اُسے براہمہ کا مذہب پسند آیا، لیکن اس قول کے اظہار کی جرات تلوار کے ڈر سے نہ کرسکا، اسلئے قرآن مجید کے عبارت کے معجزہ

[1] ملل ونحل شہرستانی جلد ۱ صفحہ ۷۰، [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۱۔

ہونیکا انکار کیا، اور شق قمر، کنکریون کی تسبیح، اور رسول اللہ صلعم کے انگلیون کے درمیان سے پانی اُبلنے کے معجزات کا انکار کیا تاکہ اُسکو آپکی نبوت سے انکار کرنیکا ذریعہ بنائے۔

خوارج

اسکے نسبت تو کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہین، تمام دنیا جانتی ہے کہ یہ فرقہ پولیٹکل اسباب سے پیدا ہوا اور اس نے عمر بھر پولیٹکل کام کئے،

ان فرقون کے علاوہ اور بھی متعدد فرقے تھے جو نہایت معمولی معمولی اسباب کی بنا پر پیدا ہوے مثلاً فرقہ شعیبہ کے زعیم شعیب پر میمون خارجی کا قرض آتا تھا، اس نے تقاضا کیا تو شعیب نے کہا "اگر خدا نے چاہا تو مین تمہین دونگا" میمون بولا کہ خدا تو ابھی چاہتا ہے" شعیب نے کہا اگر خدا چاہتا تو مجھے مجبوراً دینا ہی پڑتا" میمون نے کہا کہ خدا نے تم کو اسکا حکم دیا ہے، اور خدا جس چیز کا حکم دیتا ہے اسکو چاہتا ہے، اور جس چیز کو نہین چاہتا اُسکا حکم ہی نہین دیتا اب مشیت آلہی کے متعلق عجاردہ کے دو فرقے ہوگئے، ایک نے میمون کی اور دوسرے نے شعیب کی تقلید کی اور اسطرح شعیبہ ایک مستقل فرقہ پیدا ہوگیا۔[1]

فرقہ ثعالبہ بھی اسی طرح پیدا ہوا، پہلے عبدالکریم بن عجرد فرقہ عجاردہ کا امام تھا، لیکن ایکبار کسی نے ثعلبہ بن مشکان کی لڑکی سے منگنی کی تو اس نے کہا کہ اسکا مہر بتاؤ اب اس شخص نے لڑکی کی مان کے پاس آدمی بھیجا اور پوچھا کہ وہ بالغ ہے یا نہین، اگر بالغ ہے اور عجاردہ کی شرط کے مطابق اسلام کی قائل ہے، تو اسے اس بات کی پروا نہوگی کہ اسکی عمر کیا ہے؛ لڑکی کی مان نے کہا کہ وہ بالغ ہو یا نابالغ وہ مان باپ کی ولایت مین مسلمان ہے، عبدالکریم اور ثعلبہ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو عبدالکریم نے کہا کہ قبل بلوغ کے ہم لڑکون کے ذمہ دار نہین ہین، لیکن ثعلبہ نے کہا کہ جب تک وہ علانیہ حق کا انکار نہ کرین ہم چھوٹے ہونے اور بڑے ہونے دونون حالتون مین اُنکے ولی ہین" جب دونون مین اختلاف ہوا تو ہر ایک دوسرے سے الگ ہوگیا، اور ہر ایک کے پیرو بھی الگ الگ ہوگئے۔[2]

[1] کتاب الفرق بین الفرق صفحہ ۷، [2] کتاب مذکور صفحہ ۸۰۔

جیساکہ حدیث شریف مین آیا ہے، لونڈی زادون اور غیر مذہب کے لوگون نے اسلام مین بہت سی بدعات پیدا کین اور مستقل فرقون کے بانی ہوئے، فرقہ عمریہ کے متعلق علامہ ابومنصور بغدادی لکھتے ہین،

ھولاء اتباع عمرو بن عبید بن باب مولے بنی تمیم وکان جدہ من سبی کابل وماظھرت البدع والضلالات فی الادیان الامن ابناء السبایا کما ورد فی الخبر[1]	یہ لوگ عمرو بن عبید بن باب مولی بنی تمیم کے پیرو ہین جنکا دادا کابل کا گرفتار شدہ غلام تھا اور مذاہب مین بدعتین اور گمراہیان صرف لونڈی زادون کی وجہ سے پیدا ہوئین جیساکہ حدیث شریف مین ایا ہے۔

فرقہ ھذیلیہ کی نسبت لکھتے ہین،

ھولاء اتباع ابی ھذیل محمد بن ھذیل المعروف بالعلاف کان مولی لعبد القیس وقد جری علی منہاج ابناء السبایا لظھور اکثر البدع منھم[2]	یہ لوگ ابوالہذیل محمد بن ہذیل علاف کے پیرو ہین جو عبدالقیس کا غلام تھا اور لونڈی زادون کے طریقہ پر چلا کیونکہ بدعات کا ظہور اکثر انہین سے ہوتا ہے۔

فرقہ ثمامیہ کا بانی ثمامہ بن اشرس نمیری تھا جو انکا غلام تھا، اسکا عقیدہ تھا کہ جو شخص جان بوجھکر خدا کی نافرمانی کرے وہ گنہگار ہے، اس عقیدہ کی بنا پر وہ جنگ مین قیدیون کے گرفتار کرنیکو ناجائز قرار دیتا تھا اور کہتا تھا کہ قیدیون نے جان بوجھکر خدا کی نافرمانی نہین کی ہی، اس عقیدہ کو لکھکر استاذ ابومنصور لکھتے ہین۔

فبدعہ ثمامہ علی ھذا التقدیر لائق بنسبہ[3]	ثمامہ کی یہ بدعت اسکے نسب کے لائق ہے،

بہرحال عرب سے نکل کر اسلام مختلف عقاید، مختلف مذاہب، مختلف اغراض، مختلف علوم اور مختلف اقوام کے درمیان گھر گیا تھا، اور سب نے اسپر کچھ نہ کچھ اثر ڈالا، اسی پیش بینی کی بنا پر شارع علیہ السلام نے کہا تھا کہ میری امت بہتّر فرقون مین منقسم ہوجائیگی اور اسباب و واقعات نے یہ پیشگوئی پوری کردی۔

[1] کتاب الفرق بین الفرق صفحہ ۱۰۱، [2] کتاب مذکور صفحہ ۱۰۲، [3] کتاب مذکور صفحہ ۲۰۔

مصری کھانے

مدت کے بعد مولوی عبدالرزاق صاحب ندوی نے اپنے سفرنامہ کا ایک اور باب پیش کیا ہے یہ مصر کا خوان نعمت ہے، وہ ہندوستان کا ساچٹخارا مصر مین ڈھونڈھتے تھے وہ نہین ملتا تھا بس اسکی تلخی اور ناگواری اس سارے مضمون مین ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایران و ہندوستان کے تمدن نے ایک ساتھ پک کر ہندوستانی مسلمانون کے دسترخوان کو جسقدر پرلطف بنادیا ہے وہ دنیا مین کہین نہین ہے مصریون نے لباس و پوشاک مین اگرچہ اپنی توجہ بہت زیادہ مبذول کی ہے اور ایک حد تک اسکو ترقی دی ہے، لیکن خورد و نوش مین وہ ابھی بہت پیچھے ہین، اور یہ کہنا شاید مبالغہ نہوگا کہ لذیذ کھانون سے وہ قطعاً ناآشنا ہین، ذیل مین اُنکے بعض مشہور کھانون کی تفصیل ملاحظہ ہو،

فُول، یہ ایک خاص قسم کا غلہ ہے جو مصر مین بکثرت پیدا ہوتا اور ارہر کی مانند پھلیون مین ہوتا ہی اور بڑے چنے سے بھی قدآور ہوتا ہے، فول مصریون کا نہایت ہی مرغوب ناشتہ ہے، جسے وہ بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے اور ایک نفیس غذا تصور کرتے ہین، میرے خیال مین فیصدی دو شخص بھی ایسے نکلین گے جو روزانہ اسکا ناشتہ نہ کرتے ہون، اسمین ایک عجیب بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ جسکے منھ لگجاتا ہے پھر نہین چھوٹتا، اسکے کھانے سے خفیف سی غنودگی اور سستی چھاجاتی ہے، اور رفتہ رفتہ انسان کو "فول" (بے وقوف) بنادیتی ہے، ابتداءً مین اس سے سخت متنفر تھا، لیکن دو ایک مرتبہ کھانیکے بعد عادت پڑگئی، اور پھر شوق سے روز اسکا ناشتہ کرنے لگا۔

مصری اُسے نہایت بری طرح پکاتے اور کھاتے ہین، پکاتے کا ہیکو، صرف اُبال لیتے ہین اور نمک مرچ اور بنولے کا تیل ڈال کر کھا لیتے ہین، ظاہر ہے کہ جس چیز کی یہ اس طرح خراب کیجائیگی اُسکے

مزہ کا کیا حال ہوگا؟ برخلاف اسکے جب ہم اسے ہندوستانی طریقہ سے باقاعدہ نمک مرچ اور مسالہ ڈال کر پکاتے تھے تو نہایت لذیذ ہو جاتا تھا، جس سے ہمارے مصری احباب تعجب کرتے اور چٹخارین مار مار کر کھا جاتے، لیکن انھون نے کبھی ہم سے اس طریقہ کے سیکھنے کی کوشش نہ کی اور نہ ہمسے اُسے دریافت کیا اس سے انکی انتہائی بے پروائی اور غفلت کا اندازہ ہو سکتا ہے،

فول کا ناشتہ سب چیزون سے زیادہ ارزان یعنی صرف ۱ر مین بخوبی ہو جاتا ہے، فول کی دوکانین عموماً نہایت گندی ہوتی ہین، اور جس گھڑے مین وہ ابلا ہوا رکھا ہوتا ہے وہ بھی نہایت غلیظ ہوتا ہے اسپر راکھہ اور گرد کی تہین جمی ہوتی ہین، جسکے دیکھنے سے طبیعت بدمزہ ہو جاتی ہے، اس سے بھی بڑھکر تکلیف دہ کپڑے کا وہ گیند ہوتا ہے جو اس گھڑے کے منھ پر رکھا ہوتا ہے اسکی گندگی ناقابل بیان ہے یہی حال میز کرسی اور برتنون کا بھی ہے، مگر با این ہمہ اچھے اچھے "جنٹلمین" ان دوکانون مین باطمنان بیٹھے نظر آتے ہین، حالانکہ دیگر اشیا کی میلی دوکانون کے قریب سے بھی گذرنا یہ گناہ سمجھتے ہین، یہ عجب معما ہے، جسکا حل کرنا ذرا مشکل ہے، اور اسلئے مصر مین یہ عام مقولہ ہو گیا ہے کہ فول کھانیکا مزہ میلے برتنون اور میلی دوکانون مین ہے،

فول صرف ناشتہ ہی کے کام نہین آتا بلکہ وہ غربا کی عام غذا ہے، وہ اس سے پھلکیان، بڑے اور بعض دیگر کھانے بھی طیار کرتے ہین، اطبا بھیگے ہوے فول کا شوربا بیمارون کو دیتے اور اُسے زود ہضم بتاتے ہین، غرضکہ فول سے مصریون کو ویسی ہی الفت ہے، جیسی اہل اودھ کو ماش کی دھوئی دال سے بلکہ اس سے بھی بڑھکر! لیکن تشتان ما بینھما،

دال - مصر مین صرف مسور کی دال پیدا ہوتی ہے، اسلئے مصری بجز اسکے اور کسی دال سے واقف نہین ہین، اور "عدس" کے لفظ سے صرف اسکو مراد لیتے ہین، حالانکہ عربی مین یہ لفظ عام ہے اور ہر دال پر یکسان بولا جا سکتا ہے، انہین ہماری زبانی یہ سُن کر تعجب ہوتا تھا کہ ہندوستان مین کئی قسم کی

دالین ہوتی ہین جنمین سب سے ادنیٰ درجہ مسور کی دال کا ہے، اتفاق سے ہمین اپنے ایک ہندوستانی دوست سے تھوڑی سی ماش کی دال مل گئی تھی جسے ہم نے ہندوستانی طریقہ سے پکا کر مصری احباب کی دعوت کی اُسے انھون نے انتہائی رغبت سے نوش کیا اور ہمارے مذکورہ بالا قول کی تصدیق کی،

پنیر - پنیر کو بھی مصری بہت عزیز رکھتے اور بڑے شوق سے کھاتے ہین، مصر مین کئی قسم کا پنیر مستعمل ہے جسکی تفصیل یہ ہے،

(۱) الجبنۃ الاسلامبولی (استنبولی پنیر) یہ قسطنطنیہ مین بنتا اور وہین سے آتا ہے، اور مزہ مین نہایت لذیذ اور از حد مقوی ہوتا ہے، حتی کہ بقول اطبا کے اسمین مادہ زلالیہ کی مقدار فیصدی ۴۴ گرام ہے جو ظاہر ہے کہ اتنی مقدار مین کسی دوسری غذا مین نہین پایا جاتا، لیکن چونکہ یہ قیمتی ہوتا ہے اسلئے اسکا استعمال کم ہے

(۲) الجبنۃ الرومی - (یونانی پنیر) یہ یونان، شام اور سوئٹزرلینڈ وغیرہ سے آتا ہے مگر کسیقدر بدبودار و بدمزہ لیکن مقوی ہوتا ہے، گران ہونیکی وجہ سے یہ بھی کم کھایا جاتا ہے -

(۳) الجبنۃ البلدی (دیسی پنیر) یہ خاص مصر مین بنتا ہے، اور چونکہ اس سے مکھن نکال لیا جاتا ہے اسلئے ارزان فروخت ہوتا ہے، یہ اگرچہ مقوی نہین ہوتا تاہم کسیقدر خوش ذائقہ ہوتا ہے -

(۴) "مش" اسکا حال کیونکر بیان کیا جائے، ڈر ہے کہ مجھے اور پڑھنے والے کو قے نہ ہو جائے کیونکہ یہ انتہا سے زیادہ غلیظ اور کسی طرح بھی غذا بننے کی صلاحیت نہین رکھتا، اسکے بنانیکا طریقہ یہ ہے کہ دیسی پنیر کو مٹکون مین بھر کر رکھدیتے ہین اور اسوقت تک خبر نہین لیتے جب تک کہ وہ خوب سڑ کر بدبودار اور بدرنگ نہو جائے اور اسمین کیڑے نہ بجبجانے لگین، اسمین تعفن اسدرجہ کا ہوتا ہے کہ کوئی سلیم النفس انسان اسے برداشت نہین کر سکتا، وہ جسقدر پرانا ہوتا جاتا ہے اُسیقدر اسکی قدر و قیمت بڑہتی جاتی ہے -

یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ سراسر نجاست چوری چھپے کھالی جاتی ہوگی، نہین اسے علانیہ فخر و مباہات کے ساتھ کھایا جاتا ہے، مہمانون کی خاص طور پر اس سے تواضع و مدارات کیجاتی ہے، اور

نہین صرف اسکے تناول پر مجبور کیا جاتا ہے، تیسرے سال جب مین مصری حجاج کے ساتھ حجاز
جارہاتھا تو جہاز پر ایک خوش اخلاق مصری زمیندار سے ملاقات ہوگئی جس نے ایک شب اپنے ہمراہ کھانا
کھانے پر مجبور کیا، چنانچہ جب دسترخوان چناگیا تو اسپر بھنا ہوا گوشت، عمدہ پنیر، چند قسم کا مربہ، اور حضرت
"مش" بھی جلوہ افروز تھے، جنکی خوشبو فضا مین پھیل کر صحیح دماغون کو پراگندہ کر رہی تھی، میرے
میزبان نے انتہائی تکلف برتکر مش کے پیالہ کو میرے سامنے رکھدیا اور کہا یون آپ نے مصر مین بہت
مش کھایا ہوگا، لیکن ذرا ہمارے مش کو بھی ملاحظہ فرمایئے، جسے ہم نے بڑے اہتمام سے خاص حج کیلئے
تیار کرایا ہے! پیشتر تو مین نے بطور تکلف کے اس نعمت عظمیٰ کو انہین کی طرف بڑھا دیا، کہ جناب نوش
فرماین بندہ بھی شریک ہوجائیگا"، لیکن جناب نے ایک نہ سُنی اور خلوص و سادگی کے ساتھ فرمانے لگے
آپ بہت باتکلف معلوم ہوتے ہین! کیا آپکے ملک مین میزبان کا دل دکھانا روا رکھا جاتا ہے؟ اب تو
بڑی مصیبت کا سامنا تھا، یا الٰہی کیا کرون؟ اگر کھاتا ہون تو قے ہوتی ہے اور اگر انکار کرتا ہون تو میزبان
رنجیدہ ہوتا ہے، دل مین تو کئی مرتبہ آیا کہ اس غلیظ کے پیالہ کو اٹھا کر سمندر مین پھینکدون، لیکن ایشیائی تہذیب
مانع آئی آخر یہ مصیبت اسطرح آسان ہوئی کہ زمیندار صاحب کی بینائی کم تھی اور جس جگہ مین بیٹھا ہوا تھا
وہان کسیقدر تاریکی بھی تھی۔ ان دونون چیزون سے مین نے فائدہ اُٹھایا اور پیالہ کو اپنے سامنے رکھکر
دکھانے کو اسمین ہاتھ ڈال ڈال کر روکھی روٹی سے شکم پری کرلی، اور مصریون کی گندی غذاؤن پر دل ہی
دل مین ملامت کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا!۔

صرف اسیقدر نہین بلکہ اگر تقریبون مین مش لوگون کے سامنے نہ پیش کیاجائے تو بڑی رسوائی
ہوجاتی ہے، خصوصاً دیہاتون مین اسکا بہت لحاظ کیا جاتا ہے، عید تو اُسکے کھائے بغیر ہوتی ہی نہین ہے
چنانچہ ہمارے ہم درس مصری پہلے سال جب عید کرکے اپنے مکانون سے مدرسہ واپس ہوئے تو ہمارے لیے
بطور تحفہ کے "مش" لائے تھے، لیکن جب انہین معلوم ہوا کہ ہم اس سے ویسی ہی نفرت کرتے ہین، جیسی

نجاست سے کی جاتی ہے تو وہ ہماری بدقسمتی پر بہت متاسف ہوئے کہ ہم اس نعمت (مش) سے محروم ہین!

فسیخ :- یہ اس سڑی ہوئی مچھلی کا نام ہے جو "مش" ہی کی مانند نجس اور اسی کی طرح مرغوب طبع خاص
و عام ہے، حیرت ہے کہ لوگ اسے کیونکر کھاتے اور ہضم کرتے ہین، کیونکہ اسمین بڑے بڑے سفید کیڑے
رینگتے ہوتے ہین، اور تعفن اسدرجہ ہوتی ہے کہ جس دوکان مین وہ رکھی ہوتی ہے، اسکے قریب سے
گذرنا بھی دشوار ہوتا ہے، لیکن مصریون کو اُسکے ساتھ اسقدر اُنس ہے کہ وہ پہرون اُسکی خریداری کیلئے
دوکان پر کھڑے رہتے ہین اور بغیر لئے نہین ٹلتے، خصوصاً ایام عیدین مین تو عجب کشمکش اور بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے
ایک پر ایک گرتا اور پیشقدمی کرتا ہے، اور جب انتظار کرتے کرتے دیر ہوجاتی ہے تو جھنجھلا کر دوکاندار سے
کہتا ہے حرام علیک یا شیخ! اخرتنی لیش؟ بالله علیک اقلی اولا (واہ صاحب تم نے بڑا انتظار کرایا، برائے خدا
پہلے مجھے دیدو)

عیدین اور ایام مسرت مین اسکا کھانا بھی لابدی خیال کیا جاتا ہے صرف عوام الناس ہی
مین نہین بلکہ تقریباً تمام طبقون مین، چنانچہ ایک وکیل صاحب نے جو ہمارے شناساؤن مین تھے
اور صفائی و پاکیزگی کے دعوے کیا کرتے تھے، عید کے روز ہماری دعوت کی، میز پر دیگر کھانون کے
ساتھ فسیخ بھی موجود تھی جسکی بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا، اور جسے وہ دانتون سے نوچ نوچ کر بڑی رغبت سے
کھا رہے تھے، اتفاق سے انکی مونچھ مین اسکا ایک بڑا سا کیڑا اٹک گیا جسپر ایک زندہ دل ہندوستانی نے
کہا، وکیل صاحب! دیکھیئے یہ آپکی مونچھ مین کون صاحب رونق افروز ہین" اسپر انھون نے دسترخوان سے
گرادیا اور سنجیدگی سے کہنے لگے "یہ اسی فسیخ کا کیڑا ہے، آپ متعجب کیون ہین؟ کیا آپ اسے ناپاک
تصور کرتے ہین، اسکے متعلق تو علمائے ازہر کا فتویٰ موجود ہے کہ وہ نجس نہین ہے"!

زیتون - یہ وہی زیتون ہے جسکا ذکر خیر قرآن مجید مین کئی مقام پر آیا ہے اور مصر مین بکثرت کھایا جاتا ہے
لیکن مجھے یقین ہے کہ ہندوستانی طبیعتین اسے پسند نہین کرسکتین، کیونکہ اول اول جبکہ مجھپر ہندوستانیت کا

پورا غلبہ تہا وہ مجھے نہایت بدمزہ معلوم ہوا، میرے ایک ہندوستانی دوست مقیم مصر کا بھی بیان ہے چنانچہ وہ کہتے تھے کہ جس روز مین جامع ازہر پہنچا تو ایک یمنی طالبعلم نے میری تواضع زیتون اور روٹی سے کی مجھے کیا معلوم تہا کہ زیتون کیا چیز ہے؟ جون ہی اسکا ایک دانہ زبان پر رکہا اُبکائی آگئی، اور مجھے مجبوراً اس سے دست کشی کرنا پڑی، جسپر میزبان کبیدہ خاطر ہوگیا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ زیتون اتنی بدمزہ چیز نہین ہے جتنی ہمین ابتدا مین معلوم ہوئی، چنانچہ بعد مین ہم اُسے بشوق کہانے اور بہت سے مصری کہانون پر اسے ترجیح دینے لگے، زیتون مین دہنیت اسقدر ہوتی ہے کہ جس برتن مین اسکی کچھ مقدار رکھدی جاتی ہے اسمین روغن ہی روغن ہوجاتا ہے، اسکا پہل چہوٹی جامن کے برابر سیاہ رنگ کا ہوتا ہے جسپر لسوڑہ کی طرح جہرین پڑی ہوتی ہین، دنیا مین سب سے عمدہ، خوش ذائقہ اور قدآور زیتون ملک شام کا ہوتا ہے، اور اسکا سب سے بہتر اور خالص روغن ٹیونس سے بوتلون مین بھر کر آتا ہے،

ترکاریان - ہندوستان کی مانند مصر مین طرح طرح کی ترکاریان نہین ہوتین، صرف بہگین، گول لوکی، مٹر، آلو، کہیرا، ککڑی اور بہنڈی وغیرہ پائی جاتی ہین، مین نے اپنے زمانۂ قیام مین کبھی بھی اروئی، بنڈے اور ترئی نہین دیکھی، نیم کے درخت ہوتے ہین مگر کسیکو نہین معلوم کہ اسکی پہلیان بھی کہائی جاتی ہین، اسکی بیل صرف خوشنمائی کے خیال سے دیوارون پر چڑہائی جاتی ہے، ہم نے لوگون کو قصداً اس راز سے واقف نہ کیا تہا، اور اکثر دو چار پیسہ دیکر بہت سی پہلیان حاصل کرلیا کرتے تھے، جس سے انکو تعجب ہوتا تہا کہ ہم انہین کیا کرینگے؛ ہم کہدیا کرتے تھے کہ دوا کے واسطے انکی ضرورت ہے،

اسی طرح کچنار کے درخت بھی محض خوشنمائی کے لئے باغون مین بکثرت نصب کئے جاتے ہین اور کلیون سے فائدہ نہین اٹھایا جاتا، ہمارے مدرسہ کے باغیچہ مین بھی اسکا ایک تناور درخت تہا، فصل پر ہم نے اسکی کلیان توڑ کر پکائین، ہمارے مصری ساتھی ہنستے تھے کہ ہم ایک زہریلی چیز پکارہے ہین لیکن تہوڑی ہی دیر بعد جب انہین اسکا مزہ معلوم ہوا تو دیوانہ وار اسپر ایسے گرے کہ تمام ہانڈی صاف ہوگئی

اور پہر فصل بھر ہمین اسکے تیار کرنے پر مجبور کرتے رہے۔

ملوخیۃ - یہ ہمارے ملک کی چولائی کی مانند ایک پتی ہوتی ہے، مصری اسپر عجب دل وجان سے فریفتہ ہین، اور روزانہ اسکے تناول کرنیکی کوشش کرتے ہین، اور وہ اسلئے اور بھی پسند کرتے ہین کہ انکے خیال کے مطابق وہ ممسک ہوتی اور انکی عیاشی مین معاون ہوتی ہے، ہر دسترخوان پر اسکا ہونا ضروری ہے، اور اگر مہمان کے سامنے وہ نہو تو گویا مہمانی ہی نہین ہوئی، یہ اگر سلیقہ سے ہندوستانی ساگ کی طرح پکائی جاے تو خوش ذائقہ ہوتی ہے، لیکن مصری اسکی مٹی پلید کرڈالتے ہین، اور یخنی مین اُسے شوربے کی طرح پکا لیتے ہین، نہ نمک ہوتا ہے، نہ مرچ اور نہ ترشی، اور چونکہ اس پتی مین لَس بہت ہوتا ہی اسلئے تمام ہانڈی لعاب سے بھر جاتی ہے، اول اول مجھے ایک ہوٹل مین کہانا کہانیکا اتفاق ہوا اور کہانون کی فہرست مین "ملوخیۃ" کو کوئی عمدہ چیز سمجھکر طلب کیا، سب سے پہلے اُسکے ہرے ہرے رنگ کو دیکھکر نفرت ہوئی، پھر جون ہی اسکا لقمہ منھ کو لیجانے لگا ایک موٹا سا تار پلیٹ سے منھ تک چلا آیا، خیر اسے بھی طوعاً وکرہاً برداشت کیا، اور ہمت کرکے لقمہ داخل دہن کرلیا، لیکن اسکا نگلنا ناممکن تہا جسپر حاضرین بہت متعجب ہوے، اور بعض نے خشمناک نظرون سے گھورنا شروع کیا،

گوشت - مصری گوشت کم کہاتے ہین جسکی بڑی وجہ اسکی گرانی ہے، چنانچہ دنبہ اور بکری کا معمولی گوشت دو روپیہ سیر، اور بقر کا ۱۲ سیر فروخت ہوتا ہے، اونٹ کا گوشت اگرچہ ارزان ہوتا ہے لیکن سخت اور بدمزہ ہونیکی وجہ سے عموماً ناپسند کیا جاتا ہے، گرانی کا حال ہوٹلون مین بھی ہے، چنانچہ سادہ سالن کا ایک پیالہ جسمین چند چہوٹی چہوٹی بوٹیان ہوتی ہے، ۸ ر مین، اور ترکاری کی ایک پلیٹ جسمین صرف ایک بوٹی ہوتی ہے ۱۲ ر مین ملتی اور بمشکل کافی ہوتی ہے، پس ظاہر ہے کہ اس گرانی کے ہوتے ہوے عوام الناس کیونکر گوشت کا استعمال بکثرت کرسکتے ہین،

مصری گوشت کو بھی خوش ذائقہ پکانا نہین جانتے وہ بیشتر اسکی یخنی نکال لیتے ہین جسمین چاول

پکاتے ہین) اور پھر بوٹیون کو گھی اور پانی مین ڈال کر اُبال لیتے ہین، سمجھئے بس ہانڈی تیار ہوگئی، نہ تو گوشت ہی سرخ ہونے پایا اور نہ اسکی بو بھی پورے طور پر دفع ہوئی، یہ حالت صرف ہماشما ہی کی نہین بلکہ اچھے اچھے باورچیون کی ہے، چنانچہ ہمارے مدرسہ کے دارالاقامہ مین عبدالکریم نامی ایک مشہور باورچی تھا، اسکا مشاہرہ علاوہ خوراک کے ۳۰ تھا، اور کام صرف اسقدر تھا کہ اپنی زیر نگرانی ماتحت باورچی سے عمدہ کھانا تیار کرا دے، لیکن اسکے پکوان کی بھی وہی حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی، مگر با این ہمہ اس احمق کو اپنی استادی اور کمال پر بڑا ناز تھا، اور جو کوئی بلا "استاد" کہے ہوے اسکا نام لے لیتا اس سے ناراض ہوجاتا،

ہماری حالت مصر مین بالکل اس بازاری مثل کے مطابق تھی کہ "بورے گاون مین اونٹ آیا، لوگون نے جانا پرمیشور آیا" ہمارا پکوان ایک عجیب چیز سمجھی جاتی تھی، اور مصری دوستون کو اکثر تمنا رہا کرتی تھی کہ ہمارے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھائین، اور جب کبھی ہم پکاتے ہوتے تو وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے، اور حیرت زدہ ہوکر مذاق مین کہتے "تم لوگ کھانے پر جادو کر دیتے ہو"، اور میرے ایک ہندوستانی دوست مولوی عثمان صاحب ندوی (کہ جنہین اس فن سے مناسبت تھی) کو تو "دکتور فی الطبخ" یعنی ڈاکٹر آف کہا کرتے تھے، خصوصاً یہ معلوم کرکے انہین اور بھی تعجب ہوجاتا تھا کہ مصر آنے سے پہلے ہم کبھی چولہے کے سامنے بھی نہ بیٹھے تھے، کیونکہ انکو یقین تھا کہ ہم نے یہ فن ہندوستان مین بڑی محنت سے حاصل کیا ہوگا۔

ترک اگرچہ عمدہ اور لذیذ غذائین کھانیکے عادی ہین، مگر وہ بھی ہندوستانی چٹپٹے کھانون پر ریجھ جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ہم نے انڈے تلے اور اپنے ایک مخلص ترک دوست کے سامنے پیش کیے، ترک اگرچہ مرچ مطلق نہین استعمال کرتے، اور ان انڈون مین اسکی اتنی افراط تھی کہ ہم باوجود عادت کے پریشان ہورہے تھے، لیکن وہ ان پر ایسے گرے کہ بغیر تمام صاف کیے ہوے منھ نہ موڑا، حالانکہ مرچ کی وجہ سے انکی حالت دگرگون ہورہی تھی، چہرہ سرخ تھا، آنکھون سے آنسو جاری تھے، ناک سے پانی ٹپک رہا تھا، جسم پسینہ سے عرق عرق ہورہا تھا اور منھ سے "فوہ، فوہ" کی آوازین نکل رہی تھین، مگر کیا مجال کہ

ہاتھ رک جائے، بالآخر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہین سخت تکلیف اٹھانا پڑی، اور کئی روز تک خونی پیچش مین مبتلا رہے، اسکے بعد اکثر بطور مذاق کے کہا کرتے "تمہارے انڈون مین بچھو پڑے ہوئے تھے جنھون نے مجھے کاٹ کھایا تھا"!

استاذی حضرت سید رشید رضا صاحب قبلہ ہندوستان کی مہمان اور بہت سی تعریفین کیا کرتے تھے انہین اسکے لذیذ کھانون کا تذکرہ بھی بڑی رطب اللسانی سے فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ارشاد کیا کہ جو زردو زردہ چاول (مزعفر سے مراد ہے) مین نے "علی محمد خان" (راجہ صاحب محمود آباد) کے یہان کھائے تھے وہ ابتک مجھے نہین بھولتے، اگر تم سے ممکن ہوسکے تو پکاؤ، لیکن افسوس ہے کہ ہم اس میدان کے مرد نہ تھے،

کھانے کا طریقہ - شہری باشندے عموماً میز کرسی پر کھانا کھاتے، اور فرش پر بیٹھنا صرف معیوب ہی نہین بلکہ تعجب انگیز سمجھتے ہین، حضرت سید صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے، ہندوستان مین مجھے یہ دیکھکر بڑی مسرت ہوئی کہ ہندوستانیون نے عرصہ دراز سے مغربیون کے زیر اثر ہونیکے باوجود بھی بہت کچھ اپنے قومی اخلاق و عادات اور مراسم کو برقرار رکھا ہے، اور ابتک اُن پر مضبوطی سے قائم ہین، جن سے یقین ہوتا ہے کہ وہ فنا ہونیوالی قوم نہین ہین، جب مین اُنکے بڑے بڑے امرا کو فرش پر دسترخوان پر بچھائے ہوئے دیکھتا تھا تو مجھے از حد خوشی ہوتی تھی، (ناظرین ذرا اس مضمون پر غور کرین)

چھری کھانٹے کا رواج مغربی تہذیب کے شیدائیون مین عام ہے، لیکن بیچارہ عوام الناس ہاتھ ہی سے کھاتے ہین، البتہ چاول ہر طبقہ مین چمچ ہی سے کھائے جاتے ہین، اور چاہیئے بھی یہی، برتن عموماً چینی، تانبے چینی اور شیشہ کے ہوتے ہین، مٹی، تانبے اور پیتل کے برتنون کا رواج مفقود ہے، البتہ تانبے کے بڑے بڑے برتن مثل پتیلیان وغیرہ ہوتی ہین، کھانا عام طور پر پتھر کے کوئلون یا پٹرول پر پکتا ہے، کیونکہ لکڑی از حد گران ہونیکی وجہ سے ایندھن کے کام نہین بلکہ صرف کوئلے سلگانے کے کام آتی ہے، بعض ناواقف ہندوستانی مصر کو ہندوستان پر قیاس کرکے لکڑی کا استعمال کرکے کثیر مصارف برداشت کرتے ہین

اور پھر چند روز مین گرانی کی شکایت کرتے ہوے مصر کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوتے ہین،

ہندوستان کی مانند مصری شہرون مین گھر گھر کہانا پکانے کا دستور نہین ہے، تقریباً سب لوگ ہوٹلون مین کہاتے ہین، حتی کہ عورتین تک بازار ہی کے بھروسہ پر ہوتی ہین، لیکن دوکانون مین بیٹھکر کہانا کہانا اُنکے حق مین سخت معیوب سمجھا جاتا ہے اسلئے وہ مکانون پر طلب کرلیا کرتی ہین، عورتین روٹیون کا تو انتظام عموماً گھرون ہی مین بطور خود کرلیتی ہین، جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ آٹا گوندہ کر اور روٹیان بنا کر باورچی خانہ سے باجرت پکوالیتی ہین، روز کا روز نہین بلکہ ہفتہ عشرہ کا بندوبست ایک ساتھ کرلیتی ہین، امرا، اور زیادہ گرست لوگون کے یہان روزانہ کہانا پکتا ہے، اور شوہر دار عورتین ہر شب جمعہ کو گوشت ضرور پکاتی ہین، جسکی وجہ کبھی آیندہ بیان ہوگی۔

عبدالرزاق ندوی

ادبیات

سخن حبیب

از مولانا حبیب الرحمن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ

بر طرح خواجہ حافظ شیرازی

حیات تازہ خیالِ لبت تمنا را — نوید عیش بہار رخت تماشا را

نگاہ گرم نتابد عذار گلگونش — مگر بخواب بہ بینیم جمال رعنا را

بجان شوق زنی آتشے ز تابشِ حسن — بچشم مہر فزائی روان تمنا را

ز تاب جلوہ کند تا نگاہ را مدہوش — بنور بادہ برافروخت روی زیبا را

شکستہ رنگ گلستان بہار رخسارت — لب چو لعل تو درخون نشاند صہبا را

فغان کہ آن بت شنگول ہوشِ سرت — بجلوہ نواز حبیب شیدا را

کشیم منتِ بخت بلند خود روزے — کہ در کشیم ببر آن بلند بالا را

ز شور پستہ تو گشت عیش شیرین تلخ — ز تاب زلف تو تار است روز لیلی را

دم کلام چو تنگ نبات بکشائی — شکر بکام کنی طوطی شکر خا را

دلم بساغر و مینا نمی کشد حسرت — کہ برد نرگس مستانہ از خود ما را

کلامِ گرامی

از جناب گرامی شاعر خاص حضور نظام دکن

پنہانم و پیدایم کیفم بشراب اندر — پیدایم و پنہانم داغم بکباب اندر

دیباچہ بودم ہیچ انگیز وجودم ہیچ — مضمون خیام من پیچیدہ بخواب اندر

آن نکتہ کہ عارف را آورد بوجد این است
جان است بجسم اندر دریا بحباب اندر

از موسی من می پرس از غیر چہ می پرسی
شو قم بسوال اندر ذوقم بجواب اندر

رمز بیست حکیمانہ می خواہم دمی رقصم
خو البست بمرگ اندر مرگست بخواب اندر

در کشمکش لائیم در جذبۂ الّائیم
ہیچیم و ہمہ ماہیم چون عکس بآب اندر

دیدیم گرامی را در خلد برین امشب
ابلہ بہ بہشت اندر دانا بعذاب اندر

غزل جدید

از مولانا آزاد سبحانی شیخ الجامعۃ الالٰہیتہ

نقطۂ دوج تام پر، ماہ تمام آگیا
یعنی وہ چاند حسن کا بر سرِ بام آگیا

شکر ہی زیر احتساب آگیا نام شیخ بھی
مشربِ اہل جام مین، منکرِ جام آگیا

پرسشِ لطفِ ظاہری حائلِ دعا ہوئی
دام فریب یار مین عاشقِ خام آگیا

لائقِ امتحان تھا مین کہ تھا بے دل و جگر
جذبۂ شوقِ امتحان وقت پہ کام آگیا

موقعِ امتحان سے قبل دعوی امتحان غلط
کانپ اٹھا ہون جب کبھی جور کا نام آگیا

حاصل وسعی راہ عشق آج ہی اقتضیب ل
جان حزین کی ہانگ ہی چلتے پیام آگیا

کسکو تھی تاب میکشی ہونے دو بند میکدے
نیت اتقا کرو، ماہِ صیام آگیا

غزل جدید

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

ازل سے دیکھتا ہون جو نگہ ہی ستم قاتل ہے
سمٹ آیا ہی دریا زہر کا تیلی مین یا تل ہے

مٹانے کو مٹا ڈالا مگر دونون کو مشکل ہے
کہ پہلے ایک ہی تھا اب ہر اک ذرہ نیا دل ہے

نقاب اُلٹو گے تم اور دیکھ لینگے دیکھنے والے
یہ وہ باتین مین جنکا کوئی قائل تھا نہ قائل ہے

رگون کا اینٹھنا ہی نزع مین تمہید آزادی
قریب ختم اب میعادِ پابند سلاسل ہے

نقاب رُخ الٹتے ہین وہ دل کے داغ مٹتے ہین
طلوع مہر ہے اور ڈوبتے تارون کی محفل ہے

جسے کو حشر کہتے ہین جہان دنیا ہو فریادی
یہی اے میر دیوان جزا کیا تیری محفل ہے

مری بیتابیون سے تم بہت ناراض ہوتے تھے
لحد تک اب چلے آؤ کہ ساکن مضطرب دل ہے

شکایت بے نیازی کی کسی مدہوش سے کرنا
مگر اس رنگ مین ڈوبا ہوا خود میر محفل ہے

مکان مین یون مکین ہوتا ہی جذب ہی جذبۂ الفت
جو پہلے رہنے والا دل کا تھا اب آج وہ دل ہے

یہ ذرے خاک دل کے سیکڑون عالم بنا مین گے
اسی دنیا مین ہین دنیا مگر خود ان مین دل شامل ہے

نگاہِ ناز جس اقلیم مین فرمانروا ہو گی
وہان برقِ تجلی کیا سراسر خط باطل ہے

تمہین عذر نزاکت جان بلب اک کشتۂ حسرت
نہ تم جا نیکے قابل ہو نہ وہ جینے کے قابل ہے

شکنجہ مین فلک نے کس دیا ہے غم نصیبون کو
مرین کیونکر کہ اب دم توڑنا بھی سخت مشکل ہے

فلک ہو یا ستارے حشر تک اک راز مین دونون
یہ چھینٹین ہین لہو کی اور وہ دامان قاتل ہے

بہار اسکی چمن اسکا شراب اسکی سرور اسکا
کہ دستِ شوق جسکا تیری گردن مین حمائل ہے

رگون کو توڑ کر ہم نے نگاہین اپنی دوڑا دین
ازل مین مجھکو شکوہ تھا کہ محروم خلش دل ہے

سلام آخری اے ساکنانِ کوچۂ جانان
ہماری اور منزل ہے تمہاری اور منزل ہے

سنو ٹوٹی ہوئی قبرون سے پچھلی داستانون کو
جہان خاموشیان کرتی ہین باتین یہ وہ محفل ہے

امید فاتحہ کیا ہو وہان تک کون پہنچیگا
دیارِ عشق مین تربت مری پایان منزل ہے

نثار اس رسم غمخواری کے شیر مانے سے کیا حاصل
سرہانے بیٹھنے والے ترا بیمار غافل ہے

ردائے کعبہ کے ہر تار سے خون آج ٹپکیگا
عزیز آمادہ فریاد زخم پردۂ دل ہے

مطبوعاتِ جدیدہ

حالات حسرت، انجمن اعانت نظربندان اسلام دہلی نے مولوی سید فضل الحسن حسرت موہانی کے آغاز زندگی سے اسوقت تک کے تمام حالات اس رسالہ مین جمع کرکے شایع کئے ہین، تکمیل تعلیم کے بعد سے آج تک انکی سیاسی زندگی جیسی کچھ رہی ہے اسکو تفصیل و تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے، حسرت کے سوانح حیات مین پابندی اصول، حریت خیال اور استقلال عمل کے جو حیرتناک واقعات ہین وہ اخلاقی حیثیت سے ہمارے نوجوانون کی عملی زندگی کے لئے شمع راہ بن سکتے ہین، استبداد و حریت کی معرکہ آرائی کے مناظر یہان انکو جس کثرت سے مل سکتے ہین وہ اور کہان نظر آسکتے ہین، ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان ان ہمت افزا اور جرارت آموز اسباق کو پڑھکر عملاً ازبر کرلین، رسالہ کی لکھائی چھپائی بہت صاف اور اچھی ہے، صفحہ ۸۴، قیمت ۴ر، صدر دفتر انجمن اعانت نظربندان اسلام فتحپوری دہلی سے طلب کیجئے۔

جان کی دشمن مکھی - مولفہ مولوی محمد اسد اللہ صاحب حیدرآبادی علیگ، جسکو سائنٹفک سوسائٹی علیگڈھ کالج نے شایع کیا ہے، اس رسالہ مین مولف نے نہایت کاوش سے مکھیون کے حالات انکے توالد و تناسل اور انکی ساخت پر علمی بحث کی ہے، اور سب سے ضروری یہ کہ مکھیون کے ذریعہ سے جو مہلک جراثیم و امراض متعدی ہوتے ہین، انکو بتفصیل بیان کیا ہے، تعدیۂ امراض، انتقال جراثیم، مکھی کی قے اور فضلہ، تپ لازم اور دیگر وبائی امراض کے اسباب پر تفصیلی بحث کیگئی ہے، جابجا امریکہ، جاپان، وغیرہ کے مشہور اطبا کی رائین نقل کی ہین، اور اخیر مین مختلف قسم کی ادویہ نیز وبائی اور مکھیون کے ذریعہ سے جو امراض پھیلتے اور بڑھتے ہین، ان سے بچنے کی تدبیرین بتائی گئی ہین، طرز ادا سادہ اور دلپسند ہے صحت عامہ کی حفاظت اور آبادی کی آب و ہوا اچھی اور صحت بخش بنانے کے لئے اس قسم کے رسالون کی اشاعت بہت مفید ہے، مولوی محمد اسد اللہ صاحب کا شکرگذار ہونا چاہیئے کہ انھون نے اس رسالہ کی

اشاعت سے ہندوستان کی غافل پبلک کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے، صفحہ ۸۴، قیمت ۸ر، سائنٹفک سوسائٹی ایم اے او کالج علی گڈھ سے طلب کرنا چاہیئے۔

مذہب اور تلوار، مخالفین اسلام کا یہ مشہور اعتراض ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا مختلف حیثیتون سے بارہا اسکا جواب دیا جاچکا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اب اعتراض و جواب دونون اسدرجہ عام اور پامال ہوگئے ہین کہ اب انکی طرف توجہ کرنا بھی تضیع اوقات ہے، لیکن جناب مولوی اکبرشاہ خان صاحب نجیب آبادی نے اس رسالہ مین ایک خاص اصول کو پیش نظر رکھکر اس مسئلہ پر بحث کی ہے، مصنف نے اس رسالہ مین ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام کی اشاعت براہین، دلائل اور اسکی حقانیت کی بدولت ہوئی مال و متاع کے لالچ یا قوت اور تلوار کے خوف سے نہین، اس اصول کو تاریخ کی روشنی مین علانیہ ثابت کرنیکی کوشش کیگئی ہے، زیادہ تر تاریخی واقعات وہی ہین جو ہندوستان کے آغاز اشاعت سے متعلق ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے خاص طور پر ہندوستان مین اسلام کی آغاز اشاعت کے اسباب پر توجہ کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ ہندوستان پر مسلمانون کے حملہ کرنیکے کیا اسباب پیش آے، تاریخی واقعات کے بیان اور اُنسے اخذ نتایج کی نسبت صرف اسقدر کہنا ہے کہ اگر واقعات کے صرف اُنہین حصون سے بحث کیجاتی، جنکا تعلق براہ راست اشاعت سے ہے تو مضمون اور زیادہ صاف اور واضح ہوجاتا، بہرحال جو کچھ بھی لکھا گیا ہے بہت غنیمت اور قابل داد ہے، تقطیع چھوٹی صفحے ۸۰، قیمت ۶/۰ر، مینجر عبرت نجیب آباد سے طلب کرنا چاہیئے۔

کلماتِ طیبّات، منشی شرف الدین احمد خانصاحب مترجم "خطوط از جہنم" نے اس رسالہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مقولون اور چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملون کو جمع کیا ہے، ہرجملہ کے نیچے اردو اور انگریزی مین اسکا ترجمہ بھی لکھدیا ہے، اسمین شک نہین کہ سلف صالحین کے مقولون کی اشاعت و ترویج مختلف حیثیتون سے مفید اور کارآمد ہے، لیکن اسکا لحاظ ہمیشہ رکھنا چاہیئے کہ جن جملون اور مقولون کو کسی بزرگ کی

طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ حقیقۃً انکے ہین بھی یا نہین، ہر زبان مین عموماً اور عربی زبان مین خصوصاً بکثرت ایسے چھوٹے چھوٹے متفرق جملے موجود ہین جو مختلف اسلاف کی طرف منسوب ہین، حالانکہ عام محاورات اور روزمرہ کی بول چال سے زیادہ اُنکی حیثیت نہین، بہرحال مجموعۂ نصائح ہونے کی حیثیت سے یہ رسالہ ہر نوع مفید ہے، انگریزی اور اردو دونون ترجمے صحیح اور عمدہ ہین، تقطیع چھوٹی، صفحے ۵۲، مؤلف سے کہاری کوان، ریاست رامپور کے پتہ سے طلب کیجئے، قیمت غالباً ۴ر،

سیاحتِ زمین، جس طرح بعض فسانے اور قصص وحکایات کی کتابین اخلاقی اور معاشرتی ضروریات کو پیش نظر رکھکر لکھی جاتی ہین اسی طرح یورپ مین بعض خشک علمی مسئلہ کو دلچسپ اور عام فہم بنانیکے لئے ناول کا پیرایۂ بیان اختیار کیا جاتا ہے، جس سے ایک طرف تو خشک مضامین پرلطف و دلاویز بنجاتے ہین، دوسری طرف عام قصص کی صورت مین ہونے کے باعث ہر شخص کے لئے اسقدر آسان ہوجاتے ہین کہ کسی معمولی سے معمولی فہم کے انسان کے دماغ پر بھی وہ مضامین بار نہین ہوتے، اور دفعتہً بہت دقیق و باریک تاریخی فلسفیانہ اور جغرافی نکتے اسکے آگے حل ہوجاتے ہین،

سیاحت زمین بھی اسی قسم کا ایک فرانسیسی ناول ہے جسمین ایک شخص کے اسّی (۸۰) دن مین تمام کرۂ ارضی کے سفر طے کرنیکا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اسی سلسلہ مین جغرافیہ و ریاضی کے چند مسائل بتائے گئے ہین، جو یقیناً ریاضی اور جغرافیہ کی کتابون مین خشک اور دقت طلب مسائل معلوم ہوتے، لیکن اس قصہ کے سلسلۂ بیان مین اسطرح ادا ہوئے ہین کہ ہر شخص باسانی سمجھ سکتا ہے، یہ کتاب عربی، ترکی اور فارسی زبانون مین ترجمہ ہوچکی تھی اب سید محمود اعظم فہمی صاحب نے اسکو فارسی سے ہماری زبان مین منتقل کیا ہے، چونکہ اس کتاب کا زمانہ تصنیف وہ عہد ہے جب انگریزی حکومت تمام ہندوستان پر مسلط نہین ہوئی تھی، اسلئے ہندوستان کے جغرافیہ مین کسیقدر تساہل ہے، کتاب عام طور پر دلچسپ، پیرایۂ ادا بہتر، زبان صاف اور سلیس، مترجم کی محنت بہمہ وجوہ قابل داد ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، تقطیع چھوٹی، صفحے ۲۲۸، قیمت عہ، پتہ: منیجر دائرہ ادبیہ، یحیی گنج، لکھنؤ،

مجلد سوم	ماہ رمضان المبارک ۳۷ھ مطابق جون ۱۹ء	عدد دوازدہم

مضامین

اطلاع ضروری

۱- اس نمبر پر تیسری جلد ختم ہوجاتی ہے، اسلئے آیندہ چوتھی جلد کا پہلا نمبر وی، پی حاضر ہوگا، جن صاحبون کو خریداری منظور نہو وہ یہ رسالہ پہنچتے ہی اپنے ارادہ کی اطلاع دیدین تو بہتر ہے،

۲- نئے سال سے چونکہ معارف مین ضخامت اور مضامین کی نوعیت وکثرت مین اضافہ ہوگا اسلئے بہت سے شائقین کے حسب مشورہ رسالہ کی قیمت للعہ سالانہ کے بجائے (۵) سالانہ ہوگی اور ششماہی عہ،

۳- چونکہ معارف پریس مین ایک مشین کا اضافہ ہوگیا ہے اسلئے امید ہے کہ رسالہ اپنے وقت مقررہ پر اب سے بھی زیادہ پابندی کے ساتھ شائع ہوا کریگا،

۴- جلد سوم کی مکمل فہرست جو آٹھ صفحہ پر ہے اور جلد کا سرورق جولائی کے پرچہ مین شائع ہوگا اسلئے جلد سوم کی جلد بندی مین انتظار کیجئے،

منیجر